رسالہ مقدس رسولؐ پر علماء کرام کی رائیں

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

آریہ سماجی جب بھی جواب معقول پاتے ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ یہ جواب صرف مجیب کی رائے ہے اور علمائے اسلام اس جواب کے قائل نہیں' اس لئے جواب ھذا پر علمائے کرام کی تصدیقات بھی لی گئیں جو درج ذیل ہیں:۔

حضرات علمائے دیو بند۔ ضلع سہارن پور

رنگیلا رسول'' چھاپ کر آریہ سماج نے جو نمونہ تہذیب اور آرین راست بیانی کا پیش کیا ہے وہ فی الحقیقت سماجی لٹریچر کی مشہور و معروف خصوصیات دل آزاری' سخت کلامی' دروغ بیانی اور اندھے تعصب کا ایک ایسا مکمل مرقع ہے۔ جس میں سماج کے معلّم اول (سوامی دیانند) کی اخلاقی تعلیم کے خدوخال پوری صفائی اور وضاحت سے نظر آرہے ہیں۔

ایسی گندی اور متعفن تحریر کسی آریہ کی طرف منسوب ہو تو ہمیں کچھ بھی حیرت نہیں ہاں حیرت اگر ہے تو مسلمانوں کے غایت درجہ کے صبر و تحمل پر کہ آج اپنے پاک رسول کی جناب میں ایسے رکیک اور کمینہ حملے دیکھ کر بھی ان میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہوتی۔

فَیَالَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَکُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا۔

حق تعالیٰ نیک اجر دے مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو جنھوں نے ''مقدس رسول'' لکھ کر ایسی گندگی کا جواب بڑی پاکیزگی سے' اندھیرے کا اُجالے سے اور بدتہذیبی کا نہایت سنجیدگی اور متانت سے دیا اور ثابت کر دیا کہ اس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا جن کی بعثت کی غرض ہی یہ تھی لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔[1] اس گئی گزری حالت میں بھی دنیا کے بڑے بڑے مدعیان تہذیب سے بڑھ کر مہذب ہیں۔ سچ یہ ہے کہ مولوی صاحب ممدوح نے اپنے مخصوص رنگ اور مختصر جملوں میں رنگیلے مہاشہ کا سارا

[1] میں اس لئے رسول ہو کر آیا ہوں کہ اعلیٰ اخلاق کو مکمل کروں۔ حضور علیہ السلام کا فرمان (مصنف)

تار و پود بکھیر دیا ہے اور اپنے قلم کی حرکت سے کذب و دروغ اور تعصب و عناد کے وہ سب غلیظ پردے یکسر چاک کر دیئے ہیں جن کے نیچے رنگیلے مہاشہ نے اس مقدس رسول کی پاک زندگی کو مستور کرنا چاہا تھا۔

خدا تعالیٰ مولوی صاحب کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ہم کو کام کرنے کی ہمت بخشے۔

جزاه الله عن سائر المسلمين جزاء حسنا و وفقه و ايانا لما يحب و يرضى

(دستخط علمائے کرام)

(مولانا) شبیر احمد عثمانی۔ (مولانا) سراج احمد

(مولانا) حبیب الرحمٰن

(از مدرسہ دیوبند)

مولانا مرتضٰی حسن صاحب:

میں نے رسالہ ''مقدس رسول'' دیکھا۔ متعصب آریہ کے غیر مہذب اعتراضوں کا بڑی تہذیب اور متانت سے جواب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آریہ سماج کو ہدایت کرے اور اہل اسلام کو استقامت عنایت فرمائے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کی سعی قابل ثناء ہے جزاه الله تعالى عنى و عن سائر المسلمين خير الجزاء، وصلى الله على خير خلقه سيدنا و مولانا محمد و اله و صحبه الى يوم الجزاء۔

بندہ مرتضٰی حسن (از دیوبند)

مولانا اعزاز علی صاحب:

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ اما بعد میں نے رسالہ ''مقدس رسول'' کا مطالعہ کیا۔ مولانا ثناء اللہ صاحب کے جوابات آریوں کے مقابلہ میں ہمیشہ مسکت ثابت ہوئے ہیں۔ اور وہ مختصر انھوں میں بہت سے جوابات بصراحت اور بعض باشارت دیتے ہیں۔ اس میں بھی انھوں نے زمانہ کی جدت اور واقعات کی تحقیق سے کام لیا ہے اور اکثر مواقع پر الزامی جواب

دے کر دفاع عن الاسلام کا فریضہ ادا کیا ہے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم اس رسالہ کو مقبول اور اسلام اور اہل اسلام کو اس سے مستفیض فرماوے۔ آمین

محمد اعزاز علی غفرلہ (از دیوبند) ۸ صفر ۱۳۴۳ھ

علماء دار الحدیث مدرسہ رحمانیہ دھلی

امابعد:-

کسی آریہ نے ایک رسالہ ''رنگیلا رسول'' لکھا ہے جس میں مسلمانوں کی دل آزادی کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا۔ بخیال اطمینان وتشفی قلوب اہل اسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس کا جواب دندان شکن نہایت نرمی اور مہذبانہ لہجے سے ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ جس کا نام ''مقدس رسول'' ہے۔ میں نے اس رسالہ کو بغور دیکھا۔ ہر مضمون جواب اس کا نہایت سچا اور منصفانہ اور ہر کلام وجملہ محققانہ اور مہذبانہ ہے۔ مجیب تو عقلاً وعرفاً حق تھا کہ جواب ترکی بترکی اسی لہجہ کے ساتھ دیتے جو لہجہ رنگیلے مہاشہ نے اختیار کیا ہے۔ مگر بحکم۔ وجادلھم بالتی ھی احسن۔ جو ہمارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعلیم ہے' نہایت نرمی اور تہذیب کے ساتھ دیا ہے۔ اور ایک لفظ بھی غیر مہذبانہ استعمال نہیں کیا ہے۔ آفریں باد بریں ہمت مردانہ او۔

والسلام علی من اتبع الھدی ورشد واھتدی

(دستخط علمائے کرام دھلی)

(مولانا) ابوطاہر بہاری (مولانا) احمد مئو ضلع اعظم گڈھ

(مولانا) ابوالعرفان عبدالرحمن (از مدرسہ رحمانیہ دھلی)

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی:

میں نے رسالہ ''مقدس رسول'' مولفہ جناب مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو

اشاعت سے پہلے پڑھا- وہ عین ضرورت کے وقت لکھا گیا ہے اور اس میں جس قدر مضامین ہیں- وہ سب مدلل اور تحقیق کرنے والے کو مطمئن کرنے والے ہیں-

مولانا موصوف کی ساری زندگی خدمت اسلام میں گزری- دشمنان اسلام کے ہر حملہ کا فوری جواب ان کی طرف سے شائع ہوتا ہے- یہ رسالہ بھی جن غیر مہذب رسائل کے جواب میں ہے- انھوں نے مسلمانوں کو نہایت مشتعل کر رکھا ہے-

مجھے امید ہے کہ مسلمان اس رسالہ کی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کریں گے اور میں بھی قیمت معلوم ہونے کے بعد پچاس کاپیاں اس کی خرید کر تقسیم کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ-

حسن نظامی- ۲ ستمبر ۱۹۲۴ء

مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی:

مولانا المکرم- السلام علیکم- میں ابتداہی سے آپ کی تصانیف متعلق ردآریہ کے مطالعہ سے بہرہ ور ہوتا رہا ہوں اور اس فرقہ کے حالات کی ہمیشہ آپ ہی کی تحریرات سے مجھے واقفیت ہوتی ہے- مجھے آپ کی اس تصنیف ''مقدس رسول'' سے توقع کے موافق فائدہ ہوا- بہت باموقع مناسب رسالہ ہے- ''رنگیلا رسول'' رسالہ کا ذکر اول اول میں نے گاندھی صاحب کی زبان سے سنا تھا- وہ پنجاب کے ہندوؤں کے رسائل واخبارت کے زائد شاکی تھے اور ان کی ردّوں کے بھی جو اہل اسلام کی طرف سے تھے شکایت کرتے تھے- مجھے تو یہ خیال تھا کہ جس رسالہ کو گاندھی صاحب نے مسلمانوں کا دل آزار تصور کیا تھا اس کو مسلمان جس حد تک دل آزار سمجھتے وہ کم ہے- کہیں اس کا جواب کوئی بگڑے دل ترکی بترکی نہ دیں جو تعلیم اسلامی کے منافی ہے- اس بارے یہ خیال غلط نکلا اور آپ نے اس خدمت کو انجام دیا جو حضرات اہل علم کے شایان شان ہے- مجھے آپ کے شکریہ کی ضرورت نہیں صرف اس قدر عرض کرنا کافی ہے-

جزاکم اللہ عنا وعن الاسلام خیرا لجزاء - والسلام مع الاکرام- فقط

فقیر محمد عبدالباری عفا اللہ عنہ- ۲ صفر ۱۳۴۳ھ

مولانا حافظ ابراہیم صاحب سیالکوٹی

الحمد للّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ۔اما بعد

حال میں آریوں نے ایک کتاب موسومہ ''رنگیلا رسول'' شائع کی ہے۔اس کے مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفداہ ابی وامی وعرضی وروحی وکل شئی عندی۔کی ذات اقدس کی نسبت بہت نامہذب دریدہ دہنی کی ہے۔اس کے جواب میں شیر اسلام سرخیل مناظرین زماں' سردار اہل حدیث جناب مولانا المکرم مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری نے یہ کتاب ''مقدس رسول'' لکھی ہے۔جواب کی خوبی' تحریر کی متانت اور بیان کی خوش اسلوبی محتاج بیان نہیں۔کیونکہ خدا تعالیٰ نے جناب مولانا صاحب کو اس کی قابلیت خصوصیت سے عطا کی ہے۔میں تو ان کے اس کتاب کا نام ''مقدس رسول'' رکھنے ہی پر قربان ہوں۔خدائے تعالیٰ جناب مولانا کو اس کی جزائے خیر دے اور ان کے عمل کو قبول فرمائے' آپ کی عمروفیض میں ترقی وبرکت بخشے اور لوگوں کو اس سے متمتع کرے۔''

(از سیالکوٹ ۹ ستمبر ۱۹۲۴ء)

مولانا محمد مبارک حسین صاحب از میرٹھ:

آریوں کی طرف سے جو کتاب موسومہ ''رنگیلا رسول'' کے نام سے شائع ہوئی اس کا جواب لکھنے کی طرف میں نے قلم کو متوجہ کیا تھا مگر آج (۳ ستمبر ۱۹۲۴ء) کی ڈاک سے شیر پنجاب مولانا ثناء اللہ صاحب کا مرسلہ رسالہ پہنچا۔رسالہ دیکھنے کے بعد میں نے خیال[۱] تبدیل کر دیا کہ اب ضرورت باقی نہیں رہی۔مولانا نے جس خوبی سے رسالہ تحریر فرمایا ہے اور آریہ کے زہریلے اثر اور بیجا حملوں کی جس قابلانہ طرز اور تحقیق تدقیق سے مدافعت کی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولانا ثناء اللہ صاحب کی عزت کی زندگی میں اضافہ فرما کر اسلام کو ان سے نفع پہونچائے۔آمین

خادم العلماء محمد مبارک حسین محمودی مدرس اول وناظم مدرسہ دارالعلوم جامع مسجد

(میرٹھ شہر۔۳ ستمبر ۱۹۲۴ء)

---

[۱] آپ بھی جواب لکھتے بلکہ اور علماء بھی لکھیں۔کیا ترک اسلام کے متعدد جواب نہ ہوئے تھے۔(مصنف)

جناب سیّد غلام بھیک صاحب ناظم جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ اسلام شہر انبالہ

آریہ سماج کے کارکن اور پرچارک اسلام اہل اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جو زہر اُگلتے رہتے ہیں۔ اس کی تازہ مثالوں میں وہ کتاب بھی ہے جس کا نام "رنگیلا رسول" رکھا گیا ہے۔ اور جس کے مصنف کو اپنا نام ظاہر کرنے کی اخلاقی جرأت بھی نہیں ہوئی۔ مولنٰا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرت سری دشت مناظرہ کے پرانے سیاح یہ کب ہوسکتا تھا کہ مولنٰا اس کتاب کا جواب نہ لکھتے۔ چنانچہ آپ نے اس کا جواب لکھا اور "مقدس رسول" نام رکھا۔ اس جواب میں گمنام ونقاب پوش معترض کے ہتھکنڈوں کی خوب قلعی کھولی گئی ہے۔ اس جواب کا انداز بیان دلچسپ ہے اور چونکہ گمنام معترض کا مقصد عوام الناس کو دھوکا دینا ہے۔ اس واسطے مولانا نے بھی جوابات ایسے لکھے ہیں جو نہایت عام فہم ہیں۔ ایسے زہر کا تریاق ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ زیادہ نیاز والسلام

(بندہ غلام بھیک نیرنگ از مئی۔ ۸ ستمبر ۱۹۲۴ء)

مولنٰا محمد ابوالقاسم سیف محمدی بنارسی:

چند دنوں پیشتر ہندو مسلم اتفاق نے وہ شجر باثمر پیدا کیا تھا کہ تعصبات واختلافات کا نام ونشان باقی نہ رہا تھا۔ خدا جانے اس مبارک شجر میں کس کی نظر بد لگی کہ پھر مشاجرہ شروع ہوگیا اور بقول مہاتما گاندھی "آریہ سماج کی عادت لڑائی وتنگ نظری ہے" آریوں کے پوجنیہ شردھانند جی نے جیل سے باہر آتے ہی شدھی وسنگھٹن کے زہریلے درخت کی آبیاری شروع کی۔ جس نے اتفاق باہمی کے مبارک زمانہ کو خواب وخیال کردیا۔ اور اس درخت کے کڑوے پھل رسالہائے "رنگیلا رسول" اور "وچتر جیون" وغیرہ کی شکل میں بازار میں آئے۔ خدا جزائے خیر دے مولانا شیر پنجاب کو کہ انھوں نے سب سے پہلے اس حملہ کا جواب دیا۔ اور کیا خوب جواب دیا۔ ماشاء اللہ مخالفین اسلام کے جواب میں آپ کا ملکہ جواب مسلم ہے۔ اور پھر طرز تحریر نہایت شستہ۔ جس میں سخت کلامی کا شائبہ تک نہیں ہے اور یہ کچھ اسی رسالہ کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی تمام تالیفات اسی طرح دل آزاری

ے پاک ہیں۔فجزاہ اللہ خیرا۔

دعائک یا فخر الافاضل واجب
علی کل ذی فضل بدھر مظلم

(عاجز محمد ابوالقاسم بناری)

مولانا عبدالماجد صاحب قادری بدایونی:

رسالہ ''مقدس رسول'' مصنفہ علامہ ابوالوفا قبل تکمیل صفحہ ۶۴ تک مطبوعہ پڑھا۔ آریوں کے ہفوات پر سکوت بہتر لیکن ان کے ترہات بلاشبہ بعض اوقات وحالات میں لائق جواب وتوضیح۔۔جس سے ان پر اتمام حجت ہو کہ شاید کوئی سعید روح نکلے جواپنے مزخرفات کی حقیقت جہالت معلوم کر کے حق وصداقت کے قبول کی تڑپ دکھائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔۔اور بعض اوقات ناواقفین وغربائے مسلمین میں ان کے کسر عجب وتفاخر ناروا کا قلع واستیصال مقصود۔۔جس سے ان کا فتنہ مسدود ہو۔ بناءً علیہ ہندوستان کے مشہور مناظر آریہ علامہ ابوالوفاء امرت سری نے جس سلاست' متانت توضیح' تحقیق سے رسالہ ''مقدس رسول'' لکھا وہ قابل ستائش ولائق امتنان ہے۔فجزاہ اللہ خیر الجزاء

میرے خیال میں اس کو عوام اور دیہاتی آبادی کے مسلمانوں تک کثرت سے پہنچایا جائے اور اس خدمت اور اشاعت حق کو تمام تبلیغی انجمنیں انجام دیں۔اور ثواب تبلیغ و اشاعت حاصل کریں۔

میں سمجھتا ہوں کہ علاوہ مخالف کے دفع تو ہمات واعتراضات اور اس پر قوی تر الزامات وایرادات کے یہ رسالہ ازواج مطہرات سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر تاریخ بھی ہے۔اور تعدد ازواج کے فلسفہ جواز کا بہتر انموذج (نمونہ) بھی۔فقط

(فقیر عبدالماجد القادری البدایونی)

جناب مولانا محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء دہلی

بسم اللہ الرّحمن الرحیم ہ

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید المرسلین والعاقبۃ للمتقین - امابعد خاکسار نے کتاب مستطاب ''مقدس رسول'' کے چند صفحات مطالعہ کئے - یہ کتاب جناب فاضل علامہ مولانا المولوی ابوالوفاء محمد ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ایک آریہ مہاشے کی کتاب ''رنگیلا رسول'' کے جواب میں لکھ کر نہ صرف قومی اور اسلامی فریضہ ادا کیا ہے - بلکہ مسلمانوں پر ایک تازہ احسان کیا ہے - مولانا ممدوح نے اس سے پہلے بھی مخالفین اسلام کی بہت سی کتابوں کے جواب تحریر فرمائے ہیں - جوملک میں شائع اور مقبول ہو چکے ہیں - کتاب کے مطالعہ سے مجھے بہت مسرت ہوئی اول اس لئے کہ جواب نہایت معقول اور مدلل طور پر لکھے گئے ہیں - دوئم یہ طرز تحریر نہایت مہذب ہے - اسلامی اخلاق واسلامی تہذیب کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے - سوم اس لئے کہ ناواقفوں کے لئے دھوکا کھانے کا موقع نہ رہا اور - واللہ لا یھدی کید الخائنین - کا مصداق ہوگیا -

حضرت حق جل مجدہٗ سے دعا ہے کہ مولانا موصوف کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی مخلصانہ سعی کو مشکور اور کتاب ''مقدس رسول'' کو مقبول اور مسلمانوں کو اس سے بہرہ ور اور طالبین حق کے لئے اس کو ذریعہ ہدایت بنائے - آمین رب العٰلمین -

(خاکسار محمد کفایت اللہ غفرلہ)

مولانا عبدالشکور صاحب:

مدیر رسالہ النجم لکھنوء تحریر فرماتے ہیں :-

اس حقیر نے کتاب ''مقدس رسول'' کو دیکھا - آریوں کی طرف سے جو دلخراش کتاب ''رنگیلا رسول'' شائع ہوئی تھی - اور اس میں نہایت غیر مہذب طریقہ سے بہترین

انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی پر دل آزار حملے کیے گئے تھے۔ کتاب مذکور میں مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب نے اسی کا جواب لکھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ. پر پورا عمل ہوا ہے۔ آریوں کی تلخ کلامی کا جواب شیریں الفاظ میں دیا ہے۔ اور ان کے اعتراضات کے تحقیقی جوابات دینے کے ساتھ الزاماً ان کے مذہب کی حقیقت بھی دکھلائی ہے۔ آپ کی کثرت ازواج پر مخالف کی نکتہ چینیوں کا معقول جواب دے کر آپ کے دامن تقدس کا تمام اعتراضات سے پاک ہونا اچھی طرح دکھلایا ہے ان کے جھوٹے حوالہ کتب پر بھی تنقید کی ہے۔ اور سب سے پہلے آریوں کی شرارتوں کا مدلل اور اقراری ثبوت دیا ہے۔ فجزاہ اللّٰہ خیرا الجزاء

مولنا حافظ احمد سعید صاحب:

ناظم جمعیت العلماء ہند از دہلی لکھتے ہیں:۔

میں نے کتاب ''مقدس رسول'' کا بعض جگہ سے مطالعہ کیا۔ یہ کتاب رنگیلے رسول کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ کتاب کی خوبی محض اتنی ہی بات سے ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس کتاب کو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے تصنیف کیا ہے۔ مولانا موصوف نے مذاہب باطلہ کے مقابلہ میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ آپ کی ذات گرامی کے ساتھ اس کی نسبت اس امر کے لئے کافی ضمانت ہے کہ یہ کتاب رنگیلے رسول کا مکمل جواب ہے۔ آقائے کونین رسول الثقلین علیہ التحیۃ والتسلیم کی مقدس زندگی پر نہایت محققانہ بحث کی ہے۔ رنگیلا رسول کے مصنف کی تدلیسات وتلبیسات کا اس خوبی سے انکشاف کیا ہے کہ اس کی خیانت کو بالکل طشت ازبام کردیا ہے۔

ایک منصف مزاج اور صادق کی نظر میں تمام شکوک وشبہات کے زہریلے جراثیم کے لئے یہ کتاب تریاق اکبر اور اکسیر اعظم ہے۔ مجھے مسلمانوں کے مذہبی جذبہ سے کامل توقع ہے کہ اس کتاب کی اشاعت میں پورا پورا حصہ لیں گے۔ خدا تعالیٰ اس کتاب کو درجہ قبولیت عطا کرے اور مولنا موصوف کے لئے باقیات الصالحات میں ایک مزید اضافہ فرمائے۔ ھو حسبی ونعم الوکیل۔

مولنا عبدالحلیم صاحب صدیقی:

نائب ناظم جمعیۃ العلماء ہند فرماتے ہیں:۔

ایک مہاشہ جی نے ''رنگیلا رسول '' کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ جس میں ہمارے آقا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ارواحنا فداہ) کی پاکیزہ زندگی پر نہایت ناپاک حملے کئے اور تاجدار مدینہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے۔ جس کو کوئی مسلمان ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اور اس کتاب کی حمایت واشاعت میں آریہ پریس نے اپنی پوری قوت صرف کر دی۔

ضرورت تھی کہ ان بے سروپا الزامات کا نہایت سنجیدہ جواب دیا جاتا۔ خدا کا شکر ہے جس نے اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کا اظہار فرمایا۔ اس حتمی ضرورت کو پورا فرمایا اور اس قلم سے جو گویا اسی غرض کے لئے مخلوق ہوا ہے۔ یعنی امام المناظرین مولنا ابوالوفا محمد ثناء اللہ امرتسری سلمہ اللہ نے اس تہذیب سوز رسالہ کا جواب ''مقدس رسول'' تحریر فرمایا۔ ہم تمام مسلمان اس قلمی جہاد کے لئے مولانا کے شکر گذار ہیں۔

واقعہ تو یوں ہے کہ مولانا موصوف نے ''مقدس رسول'' تالیف فرما کر چودھویں صدی میں اس فرض کو پورا کیا ہے۔ جس کو عہد نبوت میں شاعر رسول اللہ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ برسر منبر ہجاء مشرکین کے جواب میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور جس کے صلہ میں اَجِبْ وَمَعَکَ رُوْحُ الْقُدُسِ کے معزز خطاب سے سرفراز فرمائے جاتے تھے۔

رسالہ مقدس رسول متین طرز بیان اور مہذب پیرایہ ادا اس پر شاہد ہے کہ فریضہ حسانی کی مماثلت نے مولانا ابوالوفا کو بھی تائید روح القدس سے ہم آغوش کر دیا اور مولانا اس گستاخ سماجی کو مسکت جواب دینے میں کامیاب ہوئے۔

فللہ الحمد علی ذلک کثیرا کثیرا۔

مقدس رسول کے مطالعہ کرنے والوں کو بداہتہً محسوس ہوگا کہ آقائے نامدار سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں اس متعصب مہاشے کی جانب سے جو جو گستاخیاں وبے ادبیاں روا رکھی گئیں ان کے رفع کرنے اور جواب دینے میں خود سرکار رسالت پناہی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر فرمودہ آئین دفاع سے سرمو تجاوز نہیں کیا گیا۔

مجیب نے مقام مناظرہ میں ۔ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۔ کی روشنی کو سامنے رکھا۔ اور جواب دیتے ہوئے ۔ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا کو مشعل ہدایت قرار دیا۔ درحقیقت ''رنگیلا رسول'' جیسی ناپاک کتاب کا جواب ''مقدس رسول'' اپنی گوناگوں خصوصیات کے لحاظ سے باطل پرستوں کے لئے ایک کھلی بصیرت ہے۔ وَلَوْ كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ۔

فللّٰہ درُّ مئولف اصاب ماشاء فاجادو افادو جازاہ عنّاوعن المسلمین خیر جزاء

تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ ''مقدس رسول'' میں آنحضورؐ کی پاک زندگی کے پاکیزہ حالات پڑھیں۔ میری خواہش ہے کہ ہر ایک مسلم گھر میں کم از کم ایک ایک نسخہ مقدس رسول کا ضرور رہے۔

جس جماعت نے ''رنگیلا رسول'' جیسی معیار اخلاق سے گری ہوئی کتاب شائع کر کے دنیا کے سامنے دیانتدی متانت کو بے نقاب پیش کیا ہے۔ اس کو بھی چاہیے کہ ''مقدس رسول'' کا مطالعہ کرے۔ تا کہ اس کو معلوم ہو سکے۔ کہ خدا کے جس آخری اور برحق رسولؐ کی معصوم زندگی پر انسانیت کو لرزا دینے والے حملے کئے گئے ہیں اس رسولؐ کے ماننے والے چودہ صدیاں گذر جانے کے بعد بھی باوجود انتہائی اشتعال کے کس طرح اپنے پاک مذہب کی شاندار روایات کو قائم رکھتے ہیں۔

وَحَسْبُكُمْ هٰذَا التفاوتُ بیننا۔ وَكُلُّ اِنَاءٍ بِالَّذِیْ فیه يَنْضَحُ

جناب مولوی عبدالقیوم صاحب وکیل درجہ اوّل حیدرآباد دکن

رسالہ مقدس رسول پہنچا۔ اسی وقت سے میں نے اس کا مطالعہ شروع کیا اور جب تک کہ میں نے اس کو ختم نہیں کیا کوئی کام نہیں کیا۔ ہر ہر فقرہ پر دل آپ کو دعا دیتا ہے۔ ''قدسی علیہ الرحمہ کا شعر ہے۔

روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ
من نیز حاضر می شوم تصویر جاناں در بغل

آپ نے حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو تصویر معنوی وظاہری صحیح اس رسالہ میں کھینچی ہے خدا کرے کہ بروز قیامت آپ کے واسطے اس شعر کا مصداق ہو جائے اور آپ کو خدائے تعالیٰ مدارج علیا عطا فرمائے۔

جناب مولوی محمد عثمان صاحب مبلغ انجمن اہلحدیث سکندرآباد دکن

الحمد اللہ الرشید الهادی — ذی المنة الکبری علے العباد
و بعد فاعلم ذلک السفر الجلی — لابی الوفاء الفاضل الحبر العلی
الناقد المتوقد العریف — الماهر المتبحر الغطریف
متمسک بصحیح خبر محمد — کصنع فضلاء الزمان ممجد
سماه تبیاناً مقدس رسول — وهذبه کتهذیب الفحول
مزق شر دهانند کل ممزق — وحرق مافی بابه المغلق
للّٰه درُّ ابی الوفاء الفاضل — یفصل بین الحق وبین الباطل
ابقاه ربُّ الارض والسماء — مغلاق اهلِ الشرِّد الشحناء
تاللّٰه لم ترمثله العیونُ — دامت له البرکات والشئونُ
نثنی علیک الخیر یا مولانا — ونشکرک المجهود یا اولنا
ونعوذ باللّٰه من زمانِ — لم تکن فیه حیاً یا ذاالشانِ
یا حامد ادع اللہ لابی الوفا — دام له الثناء بخیر البقا
زندہ باشی یکصد وسی سال خوش — خضر صورت سید اہل حدیث

جناب مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت حیدرآباد دکن

''مقدس رسول'' کو فقیر نے بالاستیعاب دیکھا۔ آریہ سماج نے ''رنگیلا رسول''

چھاپ کر جو اپنی تہذیب اخلاق کا نمونہ پیش کیا ہے۔ وہ سماجی لٹریچر کی دل آزاری سخت کلامی کی خصوصیات میں ہے۔ اس سے آریہ کے بانی مبانی (سوامی دیانند) کی اخلاقی تعلیم پر دھبہ لگتا ہے۔ یہ فقیر نہیں سمجھتا کہ ان کے پیرو اپنے بانی کی بدنامی کے کیوں درپے ہیں۔

دشنام بمذہبے کہ جائز باشد　　مذہب معلوم واہل مذہب معلوم

آریہ سماج کی دریدہ دہنی اور سخت کلامی پر اہل اسلام نے جس صبر و سکوت سے کام لیا وہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان۔ لُاتمِمَ مکارِمَ الأخلاقِ۔ کی پوری پوری تعمیل ہے۔ آپ نے ''رنگیلا رسول'' کا جواب جس تہذیب و متانت سے لکھا ہے وہ پیغمبر اسلام کے اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ آپ نے کذب و دروغ اور تعصب و عناد کے وہ پردے چاک کر دیئے جن کے پیچھے رنگیلے مہاشہ نے مقدس رسول کی پاک اور بے عیب زندگی کو پوشیدہ کرنا چاہا تھا۔ آپ نے واقعات کی تحقیق میں اپنی جس وسیع معلومات سے کام لیا ہے حق تو یہ ہے کہ یہ آپ ہی کا کام تھا۔ آپ نے اسلام کا وہ فرض ادا کیا ہے جس کی اشد ضرورت تھی۔ بلکہ مسلمانوں پر احسان کیا ہے جواب کی خوبی، تحریر کی متانت اور بیان کی خوش اسلوبی بیان سے بالا ہے۔ آریہ صاحبوں کے بے جا حملوں کا جس قابلیت سے جواب دیا ہے۔ وہ قابل اطمینان و لائق امتنان ہے فجزاك الله خيرا الجزاء۔ حق تعالیٰ آپ کی اس اسلامی سعی کو مشکور اور کتاب مقدس رسول کو مقبول اور اہل اسلام کو اس سے بہرہ ور کرے اور آپ کی عزت و زندگی میں اضافہ کرے۔

معزز اسلامی اخباروں کی رائیں ''مقدس رسول'' پر

معزز روزانہ زمیندار لاہور:

ابوالوفا مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو غیر مسلموں کے مذہبی اعتراضات کے دندان شکن اور قاطع جواب دینے میں جو خاص شہرت حاصل ہے وہ محتاج تصریح نہیں۔ بلا خوف تردید یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ مولانائے ممدوح نے اس وقت تک عیسائیوں، آریوں اور دوسرے گمراہ فرقوں کے مقابلہ میں دین قیم کی جو عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں۔ ان

کی سپاس گذاری کے گراں بہا فرض سے ہندوستان کے مسلمان کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے قارئین کرام کو معلوم ہوگا- کہ پچھلے دنوں ایک آریہ مہاشے نے ''رنگیلا رسول'' کے نام سے ایک سخت دل آزار کتاب شائع کی تھی جس میں اس کائنات کے بزرگ ترین انسان یعنی حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر نہایت رکیک' کمینے اور نامہذب اعتراضات کیے گئے تھے- مولانا ثناء اللہ صاحب نے ''مقدس رسول'' میں اس کتاب کا نہایت متین' معقول' محققانہ اور قاطع جواب دیا ہے- اور سب سے نمایاں اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ زیر جواب کتاب کے انداز تحریر کی شدید دل آزاری کے باوجود مولانا ممدوح نے جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ . کا رشتہ ملکوتیت ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور علمائے کرام دیو بند کے قول کے مطابق ''گندگی کا پاکیزگی سے' اندھیرے کا اُجالے سے اور بدتمیزی کا سنجیدگی اور متانت'' سے جواب دیا ہے- مقدس رسول (۸۰) صفحات پر مشتمل ہے لیکن اس اجمال و اختصار کے باوجود ہر اعتراض کی نہایت عمدہ انداز اور دل آویز طریقے سے تردید کی گئی ہے ہماری دلی آرزو ہے کہ اس کتاب کی مسلمانوں میں زیادہ اشاعت ہو- تا کہ وہ سماجیوں اور دوسرے مخالف فرقوں لغو' بیہودہ اور غیر معقول اعتراضات کی بے حقیقی سے پورے طور پر واقف ہو جائیں- کتاب کی لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ- (۲۲ جنوری ۱۹۲۵ء)

معزز روزانہ سیاست لاہور:

آریہ سماج کے ایک محجوب اور روپوش مناظر نے کتاب ''رنگیلا رسول'' شائع کر کے جس رنگ میں مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کیا تھا- اس کا اندازہ وہی لگا سکتے ہیں جن کو بدقسمتی سے اس کے مطالعہ کا اتفاق ہوا- اس کے جواب میں فاضل اجل رئیس المناظرین' فخر المتکلمین مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب شیر پنجاب مدیر اہلحدیث نے مندرجہ بالا کتاب تحریر فرمائی ہے- مولانا کے لئے یہ عجیب سعادت کی بات ہے کہ اگر سوامی دیانند جی بانی آریہ سماج نے اپنی ''ستیارتھ پرکاش'' میں بقول شریمان لالہ لاجپت رائے سنی سنائی باتوں پر بھروسہ کر کے اسلام پر ۱۵۹ اعتراضات کیے تو اس کا جواب بھی سب سے پہلے [1] مولانا

[1] بلکہ کسی اور نے نہیں دیا۔ (مصنف)

ممدوح ہی نے تحریر فرمایا۔ اس کے بعد سابق دھرمپال حال پھر وہی غازی محمود صاحب بی اے نے اگر ترک اسلام، نخل اسلام۔ تہذیب اسلام وغیرہ کتابیں لکھیں تو ان کے جواب میں بھی سب سے پہلے مولانا نے ہی اشہب قلم کی جولانی دکھائی۔ اس لئے قدرتی بات تھی کہ ''رنگیلا رسول'' کا جواب بھی سب سے اول آپ ہی تصنیف فرماتے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسی کہ توقع تھی۔ آپ نے جواب لکھا۔ کتاب کی عمدگی کی نسبت اتنا ہی کہہ دینا کافی ہوگا۔ کہ اس کے مصنف مولانا ثناء اللہ صاحب ہیں۔ ہندوستان کے نامور علماء نے اس لاجواب کتاب پر نہایت اچھی تقریظات تحریر فرمائی ہیں۔ علماء وفضلا جس رسالہ نافعہ کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہوں۔ اس کے متعلق ہمارا کچھ تحریر کرنا غالباً گستاخی پر محمول ہوگا۔ ہم ہر اسلامی انجمن سے پُرزور سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس مفید کتاب کی حسب توفیق کاپیاں خرید کر تبلیغی حلقوں میں تقسیم کرے۔ علاوہ ازیں ہر خواندہ مسلمان کو چاہیے کہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرے۔ (۱۱ اکتوبر ۱۹۲۴ء)

معزز سلطان الاخبار بمبئی:

''مقدس رسول'' اس کے مصنف مولوی ثناء اللہ صاحب مدیر اخبار اہلحدیث امرتسر ہیں۔ یہ کتاب آریوں کی کتاب ''رنگیلا رسول'' (جس میں رسول عربی کی شان میں توہین آمیز کلمے استعمال کیے گئے ہیں) اس کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ واقعی مصنف موصوف نے ''رنگیلا رسول'' کا جواب نہایت پاکیزگی کے ساتھ دیا ہے۔ (۲۸ صفر ۱۳۴۳ھ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۴ء)

معزز مسلم راجپوت امرتسر:

''رنگیلا رسول'' اور ''وچتر جیون'' آریہ سماج کی تہذیب واخلاق کا بہترین نمونہ ہیں۔ ان میں پیغمبر اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) پر نہایت ناپاک اور ناواجب اور لغو حملے کیے گئے ہیں۔ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب نے ان دونوں کتابوں کا جواب ''مقدس رسول'' میں دیا ہے۔ جو حال میں چھپ کر شائع ہوئی ہے۔ مولوی صاحب کو آریوں کے لٹریچر پر کامل عبور ہے۔ اور ''رنگیلا رسول'' کا جواب انھوں نے دندان شکن واقعات ودلائل سے دیا ہے۔ ہمارے علم میں یہ جواب ہے۔ جو علمائے ہند کی طرف سے ''رنگیلا رسول'' کے مولف

کے شقاوت قلبی کا دیا گیا ہے۔ اور نہایت مہذب پیرایہ میں دیا گیا ہے۔ کتاب کا حجم ۸۰ صفحہ علاوہ سرورق۔ لکھائی چھپائی کاغذ دیدہ زیب۔

(یکم اکتوبر ۱۹۲۴ء)

معزز عالمگیر امرت سر:

رسول مقبول فداہ روحی کی نسبت "رنگیلا رسول" (اردو) اور "وچتر جیون" (ناگری) کے مصنف نے جس بد اخلاقی اور یاوہ گوئی کا ثبوت دیا ہے اس نے مسلمانوں کے دلوں کو پاش پاش کر دیا ہے۔ رحمۃ للعالمین کی ذات پر اس قسم کے بیہودہ الزامات مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کے لئے لگائے ہیں۔ ورنہ رسول مقبول کے اخلاق حسنہ کی ایک دنیا قائل ہے۔ دوست تو دوست دشمنوں تک معترف ہیں کہ آپ کی ذات ستودہ صفات مجمع مکارم ومحاسن تھی اور آپ کے وجود باجود سے دنیا کی تہذیب وتمدن نے بے حد فیوض حاصل کئے۔ لیکن پنڈت کالی چرن نے آپ کی شان میں جو گستاخانہ رویہ اختیار کیا ہے اس سے مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ امرت سر کے مشہور مناظر مولانا ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث نے ہر دو کتب متذکرہ کے جواب میں "مقدس رسول" نامی ایک رسالہ شائع فرمایا ہے۔ جس میں ان تمام اتہامات کا جواب دیا گیا ہے۔ جو پنڈت کالی چرن وغیرہ نے آنحضور پر لگائے ہیں۔ اس میں یہ خصوصیت ہے کہ مولانا موصوف نے پنڈت کالی چرن کی طرح کہیں بھی تہذیب واخلاق کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ بلکہ ہر پہلو پر دلائل وحقائق کی روشنی میں بحث کی ہے۔ اس رسالہ کی اشاعت سے مولانا نے جہاں ان اعتراضات کے پرخچے اڑائے ہیں جو پنڈت کالی چرن وغیرہ نے جناب رسالت مآب پر کئے ہیں وہاں آریہ تہذیب اور اسلامی تہذیب کا عملی مقابلہ کر کے دکھا دیا ہے۔ اور بیہودہ لوگوں کا جواب متانت وسنجیدگی سے دے کر آریہ سماج کے سامنے ایک قابل اتباع نمونہ پیش کر دیا ہے۔ بہر حال یہ رسالہ محققین کے لئے ایک نہایت مفید تحفہ ہے جو اپنی باطنی خوبیوں کے ساتھ ظاہری حسن سے بھی مالا مال ہے۔

(۱۱ اکتوبر ۱۹۲۴ء)

معزز روزانہ وکیل امرتسر:

مقدس رسول۔اس نام کا ایک رسالہ (مولوی فاضل) حضرت مولانا ابوالوفا ثناءاللہ صاحب امرتسری نے آریہ سماجیوں کے رسالہ ''رنگیلا رسول'' کے جواب میں تصنیف فرمایا ہے۔آپ کو فن مناظرہ میں یدطولیٰ حاصل ہے۔مخالفین اسلام کا کوئی ایسا حملہ نہیں جس کا جواب مولانا ممدوح کی جانب سے نہ دیا گیا ہو اور جواب بھی بے حد مسکت اور دنداں شکن۔جس قدر ''رنگیلا رسول'' اشتعال انگیز، فحش اور دائرہ تہذیب سے خارج ہے' اسی قدر ''مقدس رسول'' انتہائی تحمل متانت اور شائستگی کو لئے ہوئے ہے' ہم مصور فطرت حضرت خواجہ نظامی دہلوی کی اس رائے سے متفق ہیں کہ مستطیع مسلمانوں کو اس رسالے کی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرنی چاہئیں۔

رسالہ معنوی خوبیوں کے علاوہ ظاہری محاسن سے بھی آراستہ ہے۔یعنی کاغذ۔لکھائی اور چھپائی کے لحاظ سے بھی کچھ کم قابل تحسین نہیں۔

(۲ ستمبر ۱۹۲۴ء)

معزز وطن لاہور:

''مقدس رسول'' مصنفہ مولوی فاضل حضرت مولانا ابوالوفا ثناءاللہ صاحب امرتسری پر بالفاظ ذیل ہمعصر وکیل نے جو تبصرہ کیا ہے اس سے ''وطن'' کو بھی پورا اتفاق ہے۔یہ رسالہ آریہ سماجیوں کے رسالہ ''رنگیلا رسول'' کے جواب میں تصنیف کیا گیا ہے۔آپ کو فن مناظرہ میں یدطولیٰ حاصل ہے۔مخالفین اسلام کا کوئی ایسا حملہ نہیں جس کا جواب مولانا ممدوح کی جانب سے نہ دیا گیا ہو اور جواب بھی بے حد مسکت اور دنداں شکن۔جس قدر رنگیلا رسول اشتعال انگیز، فحش اور دائرہ تہذیب سے خارج ہے۔اسی قدر مقدس رسول انتہائی تحمل، متانت اور شائستگی کو لئے ہوئے ہے۔ہم مصور فطرت حضرات خواجہ حسن نظامی کی اس رائے سے متفق ہیں کہ مستطیع مسلمانوں کو اس رسالہ کی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرنی چاہئیں۔رسالہ معنوی خوبیوں کے علاوہ ظاہری محاسن سے بھی آراستہ ہے یعنی کاغذ لکھائی اور چھپائی کے لحاظ سے بھی کچھ کم قابل تحسین نہیں۔

(۱۰ اکتوبر ۱۹۲۴ء)

معزز المسلم بنگلور:

''مقدس رسول'' کا بول بالا۔ وہ جس نے دنیا کی تاریکی مٹائی۔ وہ جس نے بنی آدم کو ابدی عذاب سے نجات دلائی۔

''مقدس رسول'' عالی جناب فضیلت و مکرمت انتساب، مولوی فاضل سردار اہلحدیث، علامہ حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری ایڈیٹر اخبار اہلحدیث کی جدید تصنیف ہے۔ یہ کتاب آریہ سماجیوں کے پلید رسالہ ''رنگیلا رسول'' کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ جس کے مصنف نے نہ صرف اپنے پر پردہ ڈالنے کی شرمناک جرأت کی ہے۔ بلکہ حضور انور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (روحی فداہ) کے تعدد ازواج پر انگل پچو اعتراضات کرتے ہوئے دل آزاری، بددیانتی اور بدزبانی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے۔

حضرت مولانا نے جس متانت، لینت اور سنجیدگی سے ''رنگیلا رسول'' کے پردہ اکاذیب و اباطیل کو جس کے نیچے اس کے مصنف نے پیغمبر اسلام کی پاک اور آئینے کی مانند چمکنے والی زندگی کو چھپانا چاہا تھا، تار تار کیا ہے۔ وہ اسلامی لٹریچر کی خصوصیات نرم کلامی کا بدیہی نمونہ ہے۔ اس کے دیکھنے سے یقیناً آریہ سماجیوں کی آنکھوں کو تارے دکھائی دیں گے اور زمین پاؤں کے نیچے سے سرک جائے گی اور پھر وہ کبھی بھی اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں زہر اگل کر اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالیں گے۔

اس کتاب میں ام المومنین حضرت زینبؓ کے نکاح کے متعلق تنگ نظر و کوتاہ فہم جماعتوں میں سالہا سال سے جو بے اصل اور بے بنیاد کہانیاں چلی آتی ہیں ان کی لغویت اس طرز سے ثابت کی گئی ہے جس سے بڑھ کر تحقیق و تدقیق کی مثال نہیں مل سکتی۔ جہاں کہیں حضرت زینبؓ کے نکاح کا ذکر آیا ہے وہاں بڑی بڑی معتبر کتب تواریخ کے حوالے سے دشمنان اسلام کے ہتھکنڈوں کی اچھی طرح قلعی کھولی گئی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ آئندہ کسی مخالف کو ایسے پوچ اور لچر اعتراضات کرنے کی جرأت نہ پڑے گی۔ کیوں کہ یہ ام المومنین کے سوانح کی ایک بے مثال تاریخ ہے اور دشمنان اسلام کے بے جا حملوں کی تحقیق و تدقیق سے بھری ہوئی مدافعت۔

اس کتاب کے شروع میں ہر فرقہ کے علماء کرام کی تقریظیں درج ہیں۔ تمام کے

تمام اس بات پر متفق ہیں کہ ہندوستان کے کل مسلمان، کیا مرد کیا عورت، کیا جوان کیا بوڑھے، سب اس کو نعمت غیر مترقبہ جان کر خریدیں اور پڑھیں۔ اور ہم مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی کی اس رائے سے متفق ہیں کہ مستطیع مسلمانوں کو اس کتاب کی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرنی چاہئیں۔

یہ کتاب معنوی خوبیوں کے علاوہ ظاہری محاسن سے بھی آراستہ ہے یعنی لکھائی چھپائی دیدہ زیب، کاغذ اعلیٰ۔

(۱۲۵ کتوبر ۱۹۲۴ء)

حامی آریہ دھرم پرکاش لاہور

''مقدس رسول'' ایک کتاب نام ہے جو امرت سر کے مشہور مناظر مولوی ثناءاللہ صاحب نے ''رنگیلا رسول'' کے جواب میں لکھی ہے ہاں وہی ''رنگیلا رسول'' جس کے خلاف مسلمان اخبارات نے اس قدر شور مچایا ہے کہ آخر کار گورنمنٹ کو اس کے پبلیشر کے خلاف مقدمہ دائر کرنا پڑا۔ ہم مولوی صاحب کی اس تصنیف کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ یہ ہے مذہبی میدان میں جوہر طبیعت دکھانے کا اصلی ڈھنگ۔ یہ ہے اسلام کو دیگر مذاہب کے خلاف سچا ثابت کرنے کا طریقہ۔

(۷۔اسوج۔۲۲ ستمبر ۱۹۲۴ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

مصنف کی دعا

اے خدا! اے آسمان وزمین کے مالک! اے خالق ارض وسماء! اے ذوالانتقام قدوس خدا۔ اے سچوں کے حامی اور ناصر غیور خدا! تیرے قابل عزت مقدس رسول کی توہین اور سخت ہتک ہو رہی ہے تو اپنی رحمت سے پردہ پوشی کر رہا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آخر کار تو اپنے پیاروں کی مدد اور عزت ظاہر کریگا جیسی کہ تو ہمیشہ کرتا آیا ہے اور جیسا تیرا وعدہ ہے اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا۔ اے قادر وتوانا خدا! ہمارا ایمان ہے کہ اصل مدد اور نصرت وہی ہے جو تو کرے گا۔ ہم ناتواں ضعیف البنیان ہیں تو جانتا ہے کہ ہم کمزوروں سے یہی ہو سکتا ہے کہ ہم قلم اٹھا کر (وہ بھی تیری ہی مدد سے جواب لکھیں وہ بھی تیرے سمجھانے سے) لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ.

پس ہماری دعا ہے کہ تو اس مقدس کام میں ہماری مدد کر اور اس حقیر کی خدمت کو قبول فرما اور اپنی مخلوق کو اس سے فائدہ پہنچا کر گمراہی سے بچا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ

داعی خادم دین اللہ: ابوالوفا ثناء اللہ۔ امرتسر

ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ

جون ۱۹۲۵ء

طبع سوم ماہ رجب ۱۳۸۰ھ بمطابق دسمبر ۱۹۶۰ء۔ دہلی۔

(دیباچہ)

پہلے مجھے دیکھئے

آریوں کی دل آزار تحریر و تقریر سن کر لوگ حیران ہیں کہ یہ لوگ مذہبی گفتگو میں کیوں اس قدر تیز مزاجی اور سخت کلامی کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح باپ کا اثر بچے کی جسمانی حالت پر ہوتا ہے اسی طرح استاد گرو اور پتر اور پیر کا اثر اخلاق اور روحانیت پر ہوتا ہے۔ سوامی دیانند نے کتاب ستیارتھ پرکاش وغیرہ میں جو روش اختیار کی ہے اس کے تین نمونے ہم بتاتے ہیں۔ ناظرین خصوصاً غیر جانبدار ناظرین غور سے پڑھیں۔

قرآن مجید کی تردید میں سوامی جی نے اپنی کتاب ستیارتھ میں ایک باب خاص لکھا ہے جس میں بسم اللہ سے لے کر والناس تک اعتراض کرتے گئے ہیں۔ ان اعتراضوں کے ضمن میں حضور سید الانبیاء علیہ السلام بلکہ خود خدا کا خاص الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

(۱) واہ واہ دیکھو جی مسلمانوں کا خدا شعبدہ بازوں کی طرح کھیل رہا ہے۔

(۲) واہ جی محمد صاحب! آپ نے تو گوکلئے گوسائیوں کی ہمسری کر لی۔

(۳) ثابت ہوتا ہے کہ محمد صاحب بڑے شہوت پرست تھے۔ (معاذ اللہ)

(ستیارتھ پرکاش باب ۱۴ نمبر ۴۳۔ ۸۶۔ ۱۲۷)

سوامی جی کی سخت کلامی مسلمہ ہے یہاں تک کہ ان کے سوانح نویس چیلوں کو بھی تسلیم ہے۔ چنانچہ ان کی سوانح عمری کلاں کے دیباچہ میں لکھا ہے۔

''ایک روز اثناء دکھیان (تقریر میں شری (دیانند) جی مہاراج پورانوں کی اسمبھور (ناممکن) باتوں کا کھنڈن (رد) کرتے کرتے ان کی اخلاقی تعلیم کا کھنڈن کرنے لگے اس وقت پادری سکاٹ۔ مسٹر ریڈ کلکٹر ضلع اور مسٹر ایڈورڈس صاحب کمشنر قسمت مع پندرہ بیس انگریز صاحبان رونق افروز تھے۔ سوامی جی نے پورانکوں کی پنچ کنواریوں کا ذکر

کرتے ہوئے ایک ایک وصف بیان کرنا شروع کئے اور پرانکوں (ہندوؤں) کی عقل پر افسوس کیا کہ درد پدی کو پانچ خصم کرا کے اسے کماری قرار دینا اور طرح کنتی نارامندوری وغیرہ کو کماری کہنا پورانکوں کی اخلاقی تعلیم کو ناقص ثابت کرتا ہے سوامی جی کا طرز بیان ایسا پر مذاق تھا کہ سامعین ٹھکنے کا نام نہیں جانتے تھے اس پر صاحب کلکٹر اور صاحب کمشنر وغیرہ انگریز ہنستے اور خوشی کا اظہار کرتے رہے لیکن اس مضمون کو ختم کر کے سوامی جی مہاراج بولے پورانیوں کی تو یہ لیلا ہے۔ اب کرانیوں کی لیلا سنو۔ یہ ایسے بھرشٹ (ناپاک) ہیں کہ کماری کے بیٹا پیدا ہونا بتلاتے ہیں اور پھر دوش (گناہ) سورگیہ شدہ سوروپ پرماتما (بے عیب خدا) پر لگاتے ہیں اور گھور پاپ کرتے ہوئے تنک بھی لجت نہیں ہوتے۔'' اتنا کہنا ہی تھا کہ صاحب کہ صاحب کلکٹر اور صاحب کمشنر کے چہرے مارے غصہ کے سرخ ہو گئے۔ لیکن سوامی جی نے دکھیان اسی زور شور سے جاری رکھا۔ اس روز عیسائی مت کا دیا کھیان کے خاتمے تک کھنڈن کرتے رہے دوسرے روز صبح کو ہی خزانچی لکھشمی نارائن کی صاحب کمشنر بہادر کی کوٹھی پر طلبی ہوئی صاحب بہادر نے فرمایا کہ اپنے پنڈت صاحب کو کہہ دو کہ بہت سختی سے کام نہ لیا کریں۔ ہم عیسائی لوگ تو مہذب ہیں۔ ہم تو بحث مباحثہ میں سختی سے نہیں گھبراتے لیکن اگر جاہل ہندو اور مسلمان برافروختہ ہوئے تو تمہارے سوامی پنڈت کے دیا کھیان بند ہو جائیں گے۔''

(سوانح عمری کلاں دیباچہ صفحہ ٦)

اس لئے آریہ سماجی آجکل جو کچھ تیز کلامی کرتے ہیں وہ سوامی کی زہریلی تعلیم کے اثر سے کرتے ہیں۔ کیوں؟

ما مریداں روبسوئے صلح چوں آریم چوں
رو بسوئے فتنہ و پیکار دارد پیر ما

سوامی جی کی تیز مزاجی اور تلخی کلامی کی کڑواہٹ ہم مسلمانوں ہی کو محسوس نہیں بلکہ ہندوستان کے مقبول لیڈر صوفی مشرب مرنج و مرنجان کے نمونہ مہاتما گاندھی نے بھی سوامی دیانند کی کتاب (ستیارتھ پرکاش) کی نسبت لکھا ہے۔

''سوامی دیانند نے اسلام اور دیگر مذاہب کی غلط تصویر دیکھائی ہے ان کی کتاب

ستیارتھ پرکاش بڑی مایوس کن ہے۔"

(ینگ انڈیا ۲۹ مئی ۱۹۲۴ء ترجمہ ماخوذ از آریہ اخبار پرتاپ لاہور مورخہ ۴ جون ۱۹۲۴ء سوامی دیانند کے علاوہ گاندھی جی نے موجودہ آریوں کی نسبت بھی اظہار رائے فرمایا کہ۔

" آریہ سماجی تنگ نظری اور لڑائی کی عادت کی وجہ سے یا تو دیگر مذاہب کے لوگوں سے لڑتے رہتے ہیں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے ہیں۔"

(پرتاپ ۴ جون)

پس پھر کیا تھا جو دعویٰ گاندھی جی نے زبانی کیا تھا آریوں نے اس کی دلیل بیان کر دی یعنی سماج کی چاروں طرف سے مہاتما گاندھی پر آواز کے گئے ویدک دھرم سے جاہل مسلمانوں کو خوشامدی وغیرہ کہا گیا۔ اس کے بعد ہندوستان کے ایک سربرآوردہ نیم سرکاری انگریزی اخبار پانیر میں ایک نوٹ نکلا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"مسٹر گاندھی اور آریہ سماج کے باہمی اختلاف کا حوالہ دیتے ہوئے ٹائمز آف انڈیا رقمطراز ہے کہ مسٹر گاندھی نے یہ ایک عام سچی بات کہی ہے کہ آریہ سماجی اس قومی مخاصمت کے جواب ملک میں پھیل رہی ہے۔ بڑی حد تک ذمہ دار ہیں اور اس نے دو ایک سماجیوں کے نام بھی لئے ہیں۔ جنھوں نے اس تحریک میں رہنمائی کی ہے۔ ہر ایک شخص یہ جانتا ہے کہ مسٹر گاندھی نے اپنے اظہار میں اصلی معاملہ سے زائد نہیں کہا۔ جھگڑے کی بنا تحریک شدھی سے شروع ہوتی ہے جو سماجیوں نے یوپی آگرہ وغیرہ میں ایک سال کا عرصہ ہوا جاری کی تھی اور قریباً سب جھگڑوں میں جو دونوں قوموں کے درمیان ہوئے سماجیوں کے کارناموں کی کھوج ملتی ہے' بعض سماجی مثلاً سوامی شردھانند کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کچھ نہیں کرتے' بلکہ صرف ہندوؤں کی حالت کو مضبوط کرتے ہیں تا کہ ہندو اور مسلمان دونوں برابر کی حالت میں بے خوف رہیں۔ دوسروں نے علانیہ مسلمانوں کے خلاف تقریریں کیں۔ چاہے سماجی رہنماؤں کا مقصد مسلمانوں کو ڈرانا یا ان کو محبت سے مطیع کرنا ہو۔ یہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ ان کی اس جدوجہد سے مسلمان سخت برانگیختہ ہوئے۔ اور اس بات سے سماجی بھی مطلع ہیں۔ مسٹر گاندھی کے بیان نے نکتہ چینیوں کا ایک طوفان برپا کر دیا

ہے تمام ہندوستان میں سماجی مسٹر گاندھی کے خلاف بڑے زور سے احتجاج کر رہے ہیں مگر ان کا یہ احتجاج بے ریا اور خالص نہیں معلوم ہوا۔ کیونکہ سماجی اور دیگر ہر ایک کو اس بات کا علم ہے کہ ان کا یہ تبلیغی کام مسلم حلقوں میں کس طرح دیکھا جاتا ہے۔"

(پانیر الہ آباد۔ مورخہ ۲۳ جون ۱۹۲۴ء)

جب اس پر بھی سماجیوں کا جوش و خروش ٹھنڈا نہ ہوا تو بحکم الٰہی

ا شَہِدَ شَاہِدٌ مِّنْ اَھْلِھَا

(خدا نے آریوں میں کا ایک معتبر گواہ پیدا کر دیا جس نے مہاتما گاندھی جی کی یعنی پنجاب کے بہت بڑے لیڈر لالہ لاجپت رائے جی نے سوئزرلینڈ (یورپ) سے ایک مضمون اپنے اخبار بندے ماترم لاہور میں شائع کرایا جس کا اقتباس یہ ہے۔

"میں ۱۸۸۲ء کے نومبر میں آریہ سماج کا ممبر بنا اور ۱۹۲۰ء میں میں نے اپنا تعلق ایک گونہ علیحدہ کر لیا میں اپنے ۳۸ سال کے اندرونی تجربہ سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ مہاتما گاندھی نے آریہ سماجیوں پر جو نکتہ چینی کی ہے وہ انکی محبت پر دلالت کرتی ہے۔ اس میں بہت کچھ سچائی ہے۔ آریہ سماجیوں پر واجب ہے کہ بجائے خفگی کے رزولیشن پاس کرنے کی شانتی اور ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں۔"

(ماخوذ از آریہ گزٹ لاہور ے اگست ۱۹۲۴ء)

گاندھی جی نے غضب پر غضب یہ کیا کہ یہ بھی لکھ دیا کہ "اسلام جھوٹا نہیں ہے ہندوؤں کو بھگتی کے ساتھ اس کا مطالعہ کرنا چاہئے پھر وہ اس کے ساتھ محبت کریں گے جس طرح میں کرتا ہوں۔"

(ترجمہ ینگ انڈیا در پرتاپ ۴ جون ۱۹۲۴ء)

بس پھر کیا تھا آریوں نے گاندی جی سے فرصت پا کر اسلام اور پیغمبر اسلام پر حملے شروع کر دیے ان حملوں میں سے ایک حملہ کتاب کی صورت میں یہ ہے جس کا نام ہے "رنگیلا رسول" اس کتاب میں حضرت سید الانبیاء علیہم السلام کے خانگی حالات ایسے بڑے لہجے اور بدترین دل آزاری سے لکھے ہیں کہ ملک میں دھوم مچ گئی یہاں تک کہ مہاتما

ا گھر کے بھیدی نے گواہی دی۔

گاندھی جیسے نرم مزاج اور حلیم سلیم بزرگ نے بھی اس کتاب پر اظہار نفرت فرمایا۔ گورنمنٹ نے اس کتاب کو قابل اعتراض جانا۔ مگر چونکہ بزدل مصنف نے کتاب پر اپنا نام درج نہیں کیا تھا۔ اس لئے گورنمنٹ نے اس کتاب کے شائع کرنے والے پر مقدمہ چلایا گورنمنٹ کا جو فرض تھا اس نے ادا کیا۔ اصل مضمون کا جواب دینا حکومت کا کام نہیں بلکہ ہم مسلمانوں کا ہے اس لئے جس طرح گورنمنٹ نے اپنا فرض ادا کیا ہے ہم بھی اپنا مذہبی فرض ادا کرتے ہیں یعنی جواب دیتے ہیں تا کہ مسلمانوں کے زخمی دلوں پر مرہم لگ کر تسکین ہو اور ملک میں چین و راحت پیدا ہو۔

تعصب اور بیجا حمایت:

باوجودیکہ کتاب مذکور اعلیٰ درجہ کی نامہذب اور دل آزار ہے تاہم آریہ اخبار اس کی مدح سرائی میں اپنا سارا ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ چنانچہ آریہ سماج کی حمایت کا واحد ٹھیکیدار اخبار پرتاپ لاہور لکھتا ہے۔

"رنگیلا رسول" پر فضول چیخ پکار:

"معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مسلمان دوست مہاتما گاندھی کو آریہ سماج کے خلاف کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ایک نہایت بے ضرر کتاب رنگیلا رسول کے خلاف کہ جس میں حضرت محمد صاحب کی زندگی پر سرسری نظر ڈالی گئی ہے۔ مہاتما گاندھی سے اعلان نکلوایا ہے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اس کتاب (رنگیلا رسول) کا طرز تحریر ایسا شریفانہ اور معقول ہے کہ کسی بے تعصب شخص کو اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔"

(پرتاپ ۲۶ جون ۱۹۲۴ء صفحہ ۲)

اسلامی اخباروں نے رسالہ مذکور پر جب اظہار نفرت کیا تو اسی آریہ سماجی اخبار نے اس قسم کے تلخ رسالے لکھنے کی وجہ استحقاق بتائی کہ

"اگر بدھ، عیسیٰ، نانک اور دیانند پر نکتہ چینی کی جا سکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ محمد اس سے بالاتر ہو۔ کوئی بھی ہندو یا آریہ حضرت کے متعلق کسی قسم کی بے ادبی اپنے ذہن میں نہیں لا سکتا۔ ہاں وہ اس اصول کے لئے لڑیں گے کہ حضرت کی زندگی نکتہ چینی سے بالاتر

نہیں۔ مسلمانوں کا کوئی حق نہیں کہ جب کبھی غیر مسلم اس مضمون پر قلم اٹھائے تو وہ آپے سے باہر ہو کر اسے کچلنے کی کوشش کریں۔"

(پرتاپ ۱۲ جولائی ۱۹۲۴ء صفحہ ۲ کالم ۲)

غالباً اسی اصول سے دیوسماجیوں نے لاہور سے دیانند جی کے حالات کی پوری تنقید کرنے کو چند ٹریکٹ (آریہ سماج کے بانی دیانند کی زندگی وغیرہ مصنف امر سنگھ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۱۶ء وغیرہ) شائع کیے تھے جس کا جواب آریوں سے نہ ہوسکا۔ یا ہم نے نہیں دیکھا ہمارا حق تھا کہ اسی اصول کے ماتحت ہم ان میں سے نمونہ دکھاتے مگر ہم مجبور ہیں اسی خدا کی تعلیم کی پابندی میں جس نے ہمیں فرعون جیسے دشمن کو تبلیغ کرتے ہوئے حکم دیا ہے

قُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا

تبلیغ دین میں سخت ترین دشمن کے سامنے بھی نرم کلام کیا کرو

گفتگو آئین درویشی نہ بود درنہ باتو ماجراہا داشتیم

اب ہم رنگیلے مصنف کا رویہ بتانے کو ایک مثال پیش کرتے ہیں جس سے اس کے حمایتیوں کو معلوم ہو سکے کہ مصنف مذکور نے حضور علیہ السلام کی زندگی کے حالات پر صرف نکتہ چینی نہیں کی بلکہ نکتہ آفرینی سے بھی کام لیا ہے۔ جس سے آریوں (مصنف اور اس کے حامیوں) کی تہذیب اور انصاف کا حال معلوم ہو سکے گا۔ مہاشہ جی حضرت خدیجہؓ کے نکاح کی بابت لکھتے ہیں۔

"محمد بچپنے میں یتیم ہو گئے تھے۔ بہت مدت تک ماں کی ممتا کا سکھ نہ دیکھا تھا اس سن رسیدہ عورت (خدیجہ) سے بیاہ کر لینے سے دونوں مرادیں (ماں اور بیوی کی) حاصل ہوئیں" صفحہ ۱۱

ناظرین! ان مہذبوں کی تہذیب کا اندازہ لگائیں کہ کن دل شکن الفاظ میں آنحضرت کی بیوی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو ایک معنی سے آنحضرت کی ماں بتاتا ہے۔ یہ ہے آرین تہذیب کا نمونہ اور یہ ہے ان کی حمایت حق کی مثال جس پر ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہوا ہے

نہ پہونچا ہے نہ پہونچے گا تمہاری ظلم کیشی کو
بہت سے ہو چکے ہیں گرچہ تم سے فتنہ گر پہلے

سماجیو!

تم تو اپنے منہ سے بڑی تہذیب کے دعویدار ہو اور کہا کرتے ہو کہ ہم وہی بات کہتے ہیں جو اسلامی کتابوں میں درج ہے کیا اس بیہودہ مثال کا ثبوت بھی تم کسی اسلامی کتاب میں دکھا سکتے ہو؟ تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

دوسرا رسالہ:

رنگیلا رسول کے علاوہ اسی قسم کا زہریلا ایک رسالہ وچتر جیون مصنفہ پنڈت کالی چرن ناگری میں شائع ہوا جس کا ذکر بھی موقع پہ موقع ہوگا۔

مسلمانوں سے خطاب:

برادران اسلام! آج کل جو کچھ کلمات ناشائستہ آپ لوگ اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی شان والا شان میں سنتے ہیں ان سے رنجیدہ خاطر ہونا لازمی ہے مگر ایک معنی سے یہ جائے مسرت بھی ہے۔ وہ یوں کہ مخالفوں کی بدزبانی اور دل آزاری سے قرآن مجید کی ایک پیشگوئی کی تصدیق ہوتی ہے۔ پس آپ غور سے سنئے ارشاد ہے۔

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اَذًى كَثِيْرًا. (پارہ ۱۰ رکوع ۴)

تم لوگ مخالفان اور منکران اسلام سے سخت سخت باتیں سنو گے۔

یعنی مخالفین اسلام تمہارے اور تمہارے مذہب کے حق میں سخت سے سخت بدگوئی کریں گے جو تم ہمیشہ سنو گے۔ یہ تو ہے پیش گوئی مگر تم مسلمانوں کا اس وقت فرض کیا ہوگا وہ بھی سن لو۔

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (پارہ ۱۰ رکوع ۴)

اگر تم مسلمان (انکی سخت کلامی سنکر) صبر کرو گے اور خدا سے ڈرتے رہو گے تو یہ خدا کے نزدیک بڑا کام ہے۔"

پس برادران اسلام! آپ لوگوں کو جو ایسی سخت کلامی سے رنج ہوتا ہے تو اس رنج

میں اس خدائی حکم کو اپنا نصب العین بنالیا کرو اور سخت کلامی کرنے والوں کو خدائے ذوالانتقام کے حوالہ کر دیا کرو۔ سچ تو یہ ہے

در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست

آریہ مصنف کا طرز کلام:

جب سے سوامی دیانند نے آریوں کو درشت کلامی اور دل آزاری کی گھٹی دی ہے آریہ سماجی اسی رنگ میں رنگے گئے ہیں خاص کر ہمارے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان والاشان میں ان کی یہ حالت ہے کہ صرف مفرد کے صیغے سے یاد کرتے ہیں مثلاً محمدؐ آیا محمدؐ گیا۔ محمدؐ بولا وغیرہ حالانکہ کسی ادنیٰ راجہ نواب بلکہ کسی سماج کے پردھان کا ذکر بھی عزت سے کرتے ہیں لیکن کروڑہا بلکہ شروع سے آج تک اربہا انسانوں کے معزز ترین عزیز از جان مذہبی پیشوا کا نام ایسے الفاظ سے لیتے ہیں کہ سنا نہیں جاتا۔ اس کے جواب میں اگر ہم بھی ان کے گرو کو محض دیانند کے مفرد لفظ سے یاد کرتے تو ہم پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ لیکن ہم نے نہ کبھی پہلے ایسا کیا ہے اور نہ اس جواب میں کریں گے کیوں؟ اس لئے کہ ہم جس رسول سید البشر کی وجہ سے خفا ہیں اسی کی تعلیم ہے کہ۔

اَنْزِلُو النَّاسَ مَنازَ لَهُمْ (الحدیث)

ہر انسان سے اس کی عزت کے لائق برتاؤ کیا کرو۔

یعنی جو کسی قوم کا بڑا ہے اس کے ساتھ بڑوں کا سا سلوک کیا کرو۔ آریہ سماجی اگر اس اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کرتے تو وہ اس کے ذمہ دار ہیں ہم کیوں اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کریں۔

محمدؐ اور سوامی:

پس آئندہ کو ہم اعلیٰ معلم الاخلاق مصلح اعظم پیغمبر اسلام علیہ السلام کی تعلیم کی پابندی میں دیانند کو صرف دیانند نہیں لکھیں گے بلکہ اپنے دستور کے موافق ان کے معزز لقب سے سوامی دیانند لکھیں گے تاکہ ثابت ہو کہ اسلام کے پیرو نے دنیا میں اخلاقی تعلیم کس معراج کمال تک پہنچائی ہے۔ (ارواحنا له الفداء)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ علىٰ مُحَمَّدٍ واٰله واصحابه وسلّم

آریوں میں طرز نکاح

رنگیلے مصنف کے سارے اعتراضات حضور علیہ السلام کی خانگی زندگی پر ہیں اس لئے سب سے مقدم آریوں اور اسلام کی تعلیم نکاح کو دیکھنا ہے کہ ان دونوں میں کیا فرق ہے۔کون نہیں جانتا کہ اسلام میں نکاح کا یہی طریقہ ہے کہ مرد عورت کی مرضی سے دونوں کا معاہدہ کیا جاتا ہے کہ تم ایک دوسرے سے عمر بھر پاک نباہ کرنا۔ اگر کوئی فریق (مرد ہو یا عورت) نکاح کرنے میں ناراض ہو تو نکاح نہ ہوگا۔ برخلاف اس کے آریوں کے گرو کی تعلیم یہ ہے۔

بیاہ کی آٹھ قسمیں:

بیاہ آٹھ قسم کا ہوتا ہے۔ایک براہم' دوسرا دیو' تیسرا آرش' چوتھا پرجاپت' پانچواں اسر' چھٹا گاندھرپ' ساتواں راکشش' آٹھواں پیشاچ' ان بیاہوں کی تفصیل یہ ہے (۱) دولھا دولہن دونوں مکمل برہمچریہ سے پورے فاضل دھارمک اور نیک سیرت ہوں ان کا باہم رضا مندی سے بیاہ ہونا براہم کہلاتا ہے۔(۲) بھاری یگ کرنے میں یگ کا کام کرتے ہوئے داماد کو زیور پہنی ہوئی لڑکی کا دینا دیو۔ (۳) دولھا سے کچھ لے کر دواہ ہونا آرش (۴) دونوں کا بیاہ دھرم کی ترقی کے لئے ہونا پرجاپت (۵) دولھا اور دلہن کو کچھ دے کر بیاہ کرنا آسر (۶) بے قاعدہ بے موقع کسی وجہ سے دولھا اور دولہن کا بامرضی باہم میل جول ہونا گاندھرپ (۷) لڑائی کر کے یعنی جبراً یعنی چھین جھپٹ یا فریب سے لڑکی کو حاصل کرنا راکشش (۸) خفتہ (سوئی ہوئی) یا شراب پی ہوئی پاگل لڑکی سے بالجبر ہمبستر ہونا پیشاچ بیاہ کہلاتا ہے۔ ان سب بیاہوں میں براہم بیاہ سب سے افضل' دیو آرش اور پرجاپت متوسط آسر اور گاندھرپ ادنیٰ راکشش مذموم اور پیشاچ نہایت مکروہ ہے''

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۸۔ باب ۴۔ نمبر ۴۱)

یہ الفاظ ہم نے اردو ستیارتھ پرکاش طبع اول سے نقل کیے ہیں۔ طبع چہارم میں آریوں نے ایک کمال کیا ہے شروع میں یہ الفاظ بڑھا دیے ہیں۔

''بیاہ (اولاد پیدا کرنے کا طریق) آٹھ قسم کا ہوتا ہے۔''

یہ زیادتی بھی ہمیں مضر اور ان کو مفید نہیں بلکہ ہمیں مفید ہے۔ اگرچہ سوامی جی نے نمبر (۷) اور نمبر (۸) کو مذموم اور نہایت مکروہ لکھا ہے لیکن اتنا تو مانا ہے کہ عقد نکاح ہو جاتا ہے اور اولاد جو ان دو قسموں سے پیدا ہوگی جائز وارث کہلانے کی مستحق ہے۔

ناظرین! غور کیجئے کس قدر حیا سوز اور خطرناک تعلیم ہے کسی کی معصومہ لڑکی کو جبراً یا فریب سے چھین کر یا دھوکہ فریب سے شراب پلا کر عقد نکاح کر لیں تو بشہادت سوامی جی عقد جائز ہوگا گو مکروہ اور ناپسند کہا جائے لیکن بیوی بنا کر اس مظلومہ لڑکی کو رکھنے کا حق تسلیم ہے اور اس سے پیدا شدہ اولاد جائز ہوگی (اف رے ظلم!!!) (نمبر ۶ بھی خاص قابل غور ہے جو بلاشبہ جائز ہے) آریوں کی خانگی زندگی کی ابتدا دکھا کر ہم اصل جواب پر آتے ہیں۔

تمہید جواب

رنگیلے مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی پچیس سالہ زندگی کو برہمچریہ (پاک) زندگی کہہ کر بھی ایک خفیہ سی چوٹ کی ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

''ہم اول اول ایک نظر محمد کے زمانہ تجرد پر ڈالنا چاہتے ہیں کیونکہ دنیا میں ایسے بوسیدہ دماغ لوگ ؎ موجود ہیں جو خواہ مخواہ بھلے مانسوں کی عادات پر۔ اعمال پر اقوال پر شک کرتے ہیں ہم محمد کو برہمچاری مانتے ہیں کیونکہ اس نے اس بارے میں اپنی شہادت آپ دے رکھی ہے۔''

ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

ایک رات ایک قریشی لڑکے کے ساتھ مل کر ریوڑ چرا رہا تھا میں نے اس لڑکے سے کہا کہ اگر تو ریوڑ کی پاسبانی کرے تو میں جاؤں اور جس شغل میں نوجوان رات کا وقت گزارتے ہیں میں بھی گزار آؤں۔ یہ کہہ کر محمد مکہ چلا گیا۔ مگر وہاں ایک شادی کی دعوت نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی اور اسے نیند آ گئی۔ ایک اور رات وہ پھر اسی ارادے سے مکہ پہنچا۔ مگر بہشت کے نغموں نے اس کے دل کو مسحور کر لیا وہ وہیں بیٹھ گیا اور سوتے سوتے صبح کر دی محمد کہتا ہے کہ ان دو واقعات کے بعد میرا دل برائی کی طرف نہیں بڑھا۔

(حیات محمدی مولفہ میور صاحب)

ہمیں محمد کے قول پر اعتبار ہے کیونکہ اسے ''امین'' کہا گیا ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ اس کا دل گناہ کے شائبہ سے بری تھا دو ہی دفعہ اسے شیطان نے گمراہ کیا مگر تائید غیبی شامل حال ہوئی اور ہمارا انگیلا رسول اس چاہ گمراہی سے بال بال بچ گیا۔ کم از کم اس نے عملاً گناہ نہیں کیا۔ (صفحہ ۷۔۸)

اس بیان میں سر ولیم میور کے حوالہ میں مہاشہ نے سخت خیانت کی ہے پہلے ہم سر موصوف کی اصل عبارت نقل کرتے ہیں۔ میور صاحب نے ایک سرخی مقرر کی ہے

؎ جیسے آریہ سماجی

"محمد کی باوقار و باتمکین و پرہیزگارانہ جوانی"

اس معزز عنوان کے نیچے ان کی ساری عبارت پڑھیے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

All the authorities agree in ascribing to the youth of Muhammad corrctness of department a purity of manners, rare among the people of Makkah (2) His modesty is said to have been miraculously preserieed (3)I Was engaged one night" (so runs a tradition from the prophet) feeding the flocks in company with a lad of coreish (4) and I said to him, of thou wriet look after my flock, I will go into Makkah & divertmyself there, as youths are wont by night to divert themselves. (5) But no sooner had he reached the precinets of the city, their a marriage feast engaged his attention & he fell asleep (6) on another night, entering the town with he same intentions, he was arrested by heavenly strains of music, and sitting down, he selpt till morning. (7) Thus he again escaped temptation(8) and after this added,Mohammad. I no more sought after vice, even until I Had attained into the prophatic office.

(ترجمہ) (۱) جوانی کی عمر میں محمد (صلعم) کے برتاؤ (اخلاق) کی راستی اور عادات کی طہارت کے بیان کرنے میں جو مکہ کے لوگوں میں نہایت کمیاب تھی۔ سب مصنف متفق ہیں (۲) اس کی شرم وحیا اعجازی طور پر محفوظ بیان کی جاتی ہے (۳) پیغمبر صاحب (صلعم) سے ایک روایت یوں ہے کہ میں ایک رات ایک قریشی لڑکے کے ساتھ

بکریوں کا گلہ چرا رہا تھا۔ (۴) میں نے اس (لڑکے) سے کہا اگر تم میرے گلہ کی حفاظت کرو تو میں مکہ میں جا کر اپنا دل بہلا آؤں جس طرح کہ نوعمر لڑکے رات کو اپنے دل بہلانے کے عادی ہیں (۵) لیکن جونہی کہ آپ شہر کے حدود تک پہنچے تو ایک برات کی تقریب نے آپ کی توجہ کو اپنی طرف پھیر لیا اور آپ سو گئے۔ (۶) پھر ایک اور رات کو آپ شہر میں اسی ارادے سے داخل ہوئے تو آپ پاک نغموں کی وجہ سے باز رکھے گئے۔ آپ نیچے بیٹھ گئے اور صبح تک سوئے رہے۔ (۷) اس طرح پھر بھی آپ (دنیاوی تفریح کی) خواہش سے بچے رہے۔ (۸) اس کے بعد (محمد صلعم کا قول ہے) میں نے پھر کبھی بھی برائی کا قصد نہیں کیا یہاں تک کہ میں منصب نبوت پر پہنچایا گیا۔

سر میور صاحب کی یہ انگریزی عبارت اور اس کا ترجمہ ہی حضور علیہ السلام کی پاک زندگی کا صاف صاف اعلان کر رہے ہیں تاہم دشمن کی دہان بندی کے لئے ہم اس کی مزید توضیح کرتے ہیں۔

عرب میں مجالس ہوتی تھیں۔ جیسے آج کل شائستہ ملکوں میں کلب ہوتے ہیں لوگ رات کے وقت وہاں بیٹھ کر شعر و شاعری کرتے اور ملکی واقعات کا ذکر کیا کرتے تھے اس رسم کا ثبوت کتاب "بلوغ الارب فی احوال العرب" سے ملتا ہے۔ میور صاحب نے اس مقام پر خود تاریخ طبری کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ طبری کو دیکھیں تو اس کی جلد دوم میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

حَتّٰی اَدْخُلَ مَکَّۃَ فَاَسْمُرُ بِھَا کَمَا یَسْمُرُ الشَّبَابِ (صفحہ ۱۹۶)

یعنی حضور نے اس اپنے ساتھی لڑکے کو کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مکہ میں جاؤں اور اس طرح باتیں کروں اور حکایتیں سنوں جس طرح جوان لڑکے سنتے ہیں۔

یہ الفاظ مدعا کو بالکل صاف کر رہے ہیں کہ مکہ میں جانے سے حضور کا کوئی برا ارادہ نہ تھا جیسا کہ مخالف نے اشارہ کیا ہے بلکہ ملکی رسم کے مطابق ایک معمولی کام تھا لیکن چونکہ حضور کے اوقات گرامی شروع ہی سے ایسے معمولی کاموں میں صرف نہ ہوتے تھے۔ چنانچہ مہاشہ مخالف بھی مانتا ہے۔

"محمد تنہائی پسند آدمی تھا۔ خیالات کی دنیا میں مست رہتا۔ پہاڑوں میں صحراؤں

میں میدانوں میں خلوت کے گوشے میں جا بیٹھتا اور اپنے دل سے باتیں کیا کرتا تھا۔''
(رنگیلا صفحہ ۱۲)

اس لئے حضور علیہ السلام نے اس معمولی کام کو بھی جو ملکی رسم کے مطابق ہر طرح جائز تھا بلکہ آج کل بھی لائبریریوں میں بصورت اخبار بینی مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ اپنے شان عالی کے لحاظ سے ناپسند کر کے فرمایا۔

مَاھَمَمْتُ بَعْدَھَا بِسُوْءٍ (طبری)

یعنی بقول میو صاحب ''میں نے پھر کبھی بھی (ایسے جائز) مکروہ کام کا قصد نہ کیا۔''

سماجیو! تمہارا رنگیلا مصنف سچ کہتا ہے؟

''محمد کی زندگی سبق خیز زندگی ہے۔ نصائح سے پر۔ عبرتوں سے لبریز واقعی رہنما ہے۔ حقیقی معنوں میں رہنما ہے۔'' (صفحہ ۶) سچ ہے۔

مجھ میں اک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں
ان میں دو وصف ہیں بدخو بھی ہیں خودکام بھی ہیں

مجمل جواب

مہاشے مصنف کے سارے اعتراضوں اور گستاخیوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سی بیویاں کیں اور ان بیویوں میں آپ رنگ رلیاں کرتے یعنی بیویوں کے حسب منشاء خوش مزاجی سے زندگی گزارتے تھے لطف یہ ہے کہ بڑے فخر سے وہ یہ بھی مانتا ہے۔

''محمد کا پہلا نکاح پچیس سال کی عمر میں ہوا۔ یہاں تو آریہ سماجیوں کو ماننا ہوگا کہ محمد نے شاستر کے مطابق زندگی کا پہلا حصہ مجرد رہ کر گزارا۔ محمد برہمچاری تھا اور اس کا حق تھا کہ شادی کرے۔'' (صفحہ ۷)

وہ یہ بھی مانتا ہے۔

''محمد برہمچاری تھا۔ اس نے پچیس برس کی عمر تک شادی نہیں کی اور عالم جوانی کی تموجات کے باوجود بدکاری سے بچا رہا۔'' (صفحہ ۸)

مخالف کو یہ بھی تسلیم ہے۔

"میعاد خانہ داری کے پچیس برس محمد ایک ہی بیوی پر قانع رہا اور وہ بھی دو خاوندوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت چالیس برس کی اور انتقال کے وقت پینسٹھ برس کی تھی۔ اس بڑھیا سے اس جوان کی نبھ گئی۔ یہ بات محمد کی پاکیزہ خاطری پر دلالت کرتی ہے۔" (رنگیلا صفحہ ۱۸)

سچ ہے۔ اَلْفَضْلُ مَاشَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ (فضیلت وہ ہے جس کا دشمن بھی معترف ہو)

باوجود اس اعتراف اور اقرار کے آریہ مصنف نے جو کچھ اعتراضات آنحضرت کی خانہ داری پر کئے ہیں وہ ایک اصولی غلطی کی بنا پر ہیں اس لئے اس مجمل جواب میں ہم پہلے وہ اصول بتانا چاہتے ہیں جن کی پابندی کرنا ہر ایک دھرماتما بلکہ ہر ایک شریف آدمی کا فرض ہے۔

قدرتی اصول:

آریہ سماج اس اصول کو مانتی ہے کہ قانون قدرت خدا کا فعل ہے جو کام قانون قدرت کے مطابق ہو وہ قابل اعتراض نہیں اس پر اعتراض کرنا خود مورد اعتراض بنتا ہے۔ پس اس اصول کے مطابق ہم دیکھتے اور آریہ سماج کو دکھاتے ہیں کہ آنحضرت کی خانگی زندگی بالکل قانون قدرت کے مطابق تھی۔ پس وہ غور سے سنیں۔

ہم انسان میں تین خواہشوں کا ثبوت دیکھتے ہیں۔ کھانے [1] اور پینے [2] کی خواہش جو پیدائش کے وقت سے موت تک شیر خوار نابالغ اور بوڑھے سب کو برابر ہے۔ ان کے قدرتی ہونے میں کیا شک ہے؟ (ہرگز نہیں)

تیسری [3] خواہش مرد عورت کی ہے جو انسانوں کے علاوہ حیوانوں میں بھی برابر پائی جاتی ہے۔ بالغ ہونے پر نر کو مادہ کی اور مادہ کو نر کی طرف رغبت ہوتی ہے جو پہلی دونوں خواہشوں کی طرح بالکل قدرتی ہے۔ اس میں بھی مثل سابق کسی انسانی فعل کو دخل نہیں۔ غرض یہ تینوں خواہشیں برابر قدرتی ہیں۔ پہلی دو خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے جس طرح انسان اخلاقی اور مذہبی اصول کے ماتحت مجاز ہے کہ اپنے کھانے پینے کی خواہشات کو

پورا کرے اسی طرح تیسری خواہش...... یعنی اس کا مادہ سے ملاپ مثل حیوانات کے نہ ہو جو بالکل خود غرضی پر مبنی ہوتا ہے بلکہ تمدن کے صحیح اصولوں پر ہو جس سے فریقین کی زندگی پر کوئی غیر معمولی ناگوار اثر نہ پڑے۔ اسی لئے قرآن مجید میں جہاں نکاح کا ذکر آتا ہے ایک جامع برکات لفظ ہوتا ہے جو سب خوبیوں کو شامل ہے۔ یعنی

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ

یعنی نکاح اس غرض سے کرو کہ تمدنی اصول کے ماتحت پاکیزہ زندگی گزرے نہ صرف شور گندم نکالنے کو۔ سوامی دیانند بھی اس اصول کے پابند نظر آتے ہیں جو باوجود اصول تمدن کے مخالف ساری عمر مجرد رہنے کے نکاح کے تعلق سے رہنا انسانی طریق اور بے تعلق نکاح کے ملاپ کرنا حیوانی وضع بتاتے ہیں۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۴ فقرہ نمبر ۱۴۵)

جہاں تک دیکھا جاتا ہے اصول تمدن کے ماننے والے سب متفق ہیں کہ انسانی خواہش نفسانی کے پورا کرنے اور نسل انسانی کے باقی رکھنے کو میاں بیوی کا تعلق بہت ضروری ہے۔ چونکہ یہ تعلق خاص اس تیسری خواہش کے پورا کرنے کے لئے ہے۔ اس لئے اس خواہش کی جتنی بھی صورتیں ہونگی ان سب کے پورا کرنے کا ذریعہ ہے ایک تعلق نکاح ہے۔ جو شخص اپنی جملہ خواہشوں کو اسی ذریعہ سے پورا کرے گا وہ متمدن (بھلامانس) ہے اور جو اس کے سوا اور کسی ذریعہ کی تلاش کرے گا وہ مخالف اور راکھشش ہے۔ قرآن مجید میں اس جائز تعلق کے فوائد بتا کر اطلاع دی ہے۔

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ

یعنی جو لوگ اس تعلق نکاح کے علاوہ کسی ذریعہ سے حاجت روائی کریں گے وہی قانون قدرت سے متجاوز ہوں گے۔

تفصیل:

تاکہ آئندہ چل کر جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔ مناسب ہے کہ تیسری خواہش کی ہم ذرا تفصیل کر دیں۔

کون نہیں جانتا کہ مرد کو عورت سے اور عورت کو مرد سے کئی قسم کے تعلقات

ہوتے ہیں۔ پوری قضاء حاجت تو کسی سے مخفی نہیں۔ اس سے کم درجہ بھی ہوتی ہے جس کو صاف لفظوں میں بوس وکنار کہو یا کچھ اور کبھی یہ بھی نہیں محض دل لگی کی باتیں ہی ہوا کرتی ہیں۔ کبھی ہمبستری میں محض ملاقات ہے۔ غرض کبھی کچھ کبھی کچھ یہ سب قسم کے تعلقات ایسے ہیں کہ ان میں کسی قوم کی خصوصیت نہیں بلکہ سب انسان بلکہ جملہ حیوان بھی اس میں شریک ہیں۔ کبوتر کو دیکھئے کہ کبوتری کے سامنے کس محبت سے ناچتا ہے کس کس طرح اس کا دل بہلاتا ہے۔ مرغا جو عیالداری کنبہ پروری وغیرہ میں سب جانداروں سے انسان کے بہت مشابہ ہے کس طرح مرغی کے سامنے چہل کرتا اور اس کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے؟ کیا کسی انسان کی تعلیم سے؟ نہیں بلکہ قدرتی تعلیم سے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک کبوتر اور ہر ایک مرغا بلکہ ہر ایک چڑا بلکہ ہر ایک نر اسی طرح اپنی مادہ سے دل بہلاتا ہے۔ یہ سب مظاہر قدرت ہیں۔ ان پر اعتراض کرنا قانون قدرت پر اعتراض کرنے کے برابر ہے جو کسی دہریئے کو بھی حوصلہ نہیں۔

اسی غرض کا نتیجہ:

گو عام طور پر لڑکی اور لڑکے کی عمر کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ مثلاً لڑکی ۱۲ سال کی ہو تو لڑکا ۱۶ سال کا یا لڑکی ۱۵ سال کی ہو تو لڑکا بیس کا مگر قانون قدرت ہمیں بتاتا ہے کہ جس طرح کھانے پینے میں من پسندی کو دخل ہے۔ اس میں بھی فریقین کی من پسندی ہی ایک اصول صحیح ہے دیگر ہیچ۔ اس کو کسی نیچرل شاعر نے یوں لکھا ہے۔

کالے گورے پہ کچھ نہیں موقوف
دل کے ملنے کا ڈھنگ اور ہی ہے

قرآن مجید نے اس قدرتی اصول کے ماتحت یہ فرمایا ہے۔

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ

(جن عورتوں کو تم پسند کرو۔ ان سے نکاح کرو)

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مجمل جواب ہمارا کافی ہے۔ اب ہم مفصل جواب پر آتے ہیں۔

مفصل جواب

حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہ کی شادی حضور علیہ السلام سے اس وقت ہوئی جبکہ حضور کی عمر عین شباب (۲۵) سال کی تھی اور خدیجہؓ کی عمر چالیس سال۔ ایسی جوان عمر (۲۵ سال) میں کوئی نوجوان ایسی عمر رسیدہ عورت سے شادی کرنا پسند نہیں کرتا۔ رنگیلا مصنف یہاں تک مانتا ہے کہ۔

''ہم خدیجہ کو مائی خدیجہ کہیں گے کیونکہ اس کی عمر چالیس برس کی تھی جب وہ محمد کے حرم میں داخل ہوئی یا اگر حقیقت ہی کا اظہار ضروری ہو تو محمد اس کے حرم میں داخل ہوا۔'' (صفحہ۹)

آپ مائی کہیں تو آپ کی سعادت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری تو مائی نہیں بلکہ ماں ہے۔ مگر تم کو اعتراض کیا؟ ناظرین! اعتراض سنئے! رنگیلا مصنف کیا مزے لے لے لکھتا ہے۔

''محمد نے (خدیجہ کو) تجارت کا حساب دیا اور اپنی اُجرت لے کر رخصت ہوا۔ اس کی شرمیلی آنکھیں' ضرورت سے کم گو زبان' قدرتی جمال' اس سے بڑھ کر بیوپار کا کھرا پن پھر بے تکلفی اور سادگی جو دل میں تھا وہی زبان پر جو زبان پر تھا وہی عمل میں بڑھیا پر یہ بیساختگی اثر کر گئی۔ اس نے (محمد کو) اپنی تنہا زندگی کا شریک بنانا چاہا۔'' (صفحہ۱۰)

بندہ خدا اتنی طول کلامی کی کیا حاجت تھی مختصر یہی کہہ دیا ہوتا

حسن یوسف دم عیسٰی ید بیضا داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یا اگر فارسی شعر منہ پر نہ چڑھتا تو اردو شعر ہی لکھ دیا ہوتا۔

حسیں ہو مہ جبیں ہو دل نشیں ہو   لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

حضرت خدیجہ نے اگر اپنے لئے شریک تنہائی حسب منشا پسند کیا اور حضور علیہ السلام نے اس کو شریک راز بنایا تو حسب تمہید مذکورہ آپ کو کیا سوال؟ ہاں ایک تاریخی واقعہ آپ نے میور صاحب کی مصنفہ کتاب ''حیات محمد'' سے نقل کیا ہے گو وہ ہمارے کسی طرح

مخالف نہیں مگر ہم اس کے متعلق بھی ناظرین کو اطلاع کرتے ہیں کہ یہ سب قصہ سرے سے غلط ہے وہ قصہ مہاشہ جی کے لفظوں میں یوں ہے لکھتا ہے۔

''خدیجہ کا باپ بھی زندہ تھا۔ اس کی طرف سے خدشہ تھا کہ وہ راستے میں روڑا ہوگا۔ اس اثناء میں خدیجہ نے ایک دعوت کی اور اس نے اپنے اور محمد کے خاندان والوں کو مدعو کیا۔ شراب کا دور چلنے لگا۔ خدیجہ کا باپ اس دور میں بہہ گیا۔ حد سے زیادہ پی گیا بوڑھا تھا۔ بہک اٹھا۔ یہی وہ موقع تھا۔ جس کی سب کو تاک تھی۔ اسے شادی کے کپڑے پہنا دیئے گئے اور خدیجہ کا نکاح ہو گیا اسے ہوش ہوئی تو ہکا بکا رہ گیا۔ مگر پنچھی پنجرے سے نکل چکا تھا۔ بزرگوں کا سا تحمل اختیار کیا اور خاموش رہا۔''

(حیات محمدی مولفہ میور صاحب)

میور صاحب خود اس روایت کی نسبت واقدی کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ روایت غلط ہے اس کے علاوہ اسلام کے مستند مورخ بلکہ استاد المورخین امام ابن جریر طبری نے اس روایت کی بادلیل یوں تکذیب کی ہے کہ۔

اِنَّ اَبَاهَا مَاتَ قَبْلَ الْفِجَار (طبری جلد دوم صفحہ ۱۹۷)

یعنی حضرت خدیجہ کا باپ جنگ فجار سے بھی پہلے فوت ہو چکا تھا اور جنگ فجار اس نکاح سے پہلے کی ہے۔

گھر کا بھیدی:

سنو! تمہارے دوسرے بھائی پنڈت کالی چرن نے جو اسی مضمون پر ہندی میں و چتر جیون لکھا ہے۔ اس میں لکھتا ہے کہ۔

''حضرت کی منظوری نکاح سن کر خدیجہ نے اپنا خادم اپنے چچا عمر بن سعد کے پاس بھیجا کہ مجلس میں آئے۔'' (صفحہ ۱۴۴)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے ہے کہ باپ کی موجودگی تمہارے بڑے بھائی کو بھی مسلم نہیں۔ خدیجہ کے باپ کے شراب پینے اور اس کے بیہوش ہونے سے نہ اسلام پر نہ نبی اسلام پر کوئی اعتراض ہے۔ اس لئے ہم اس کی مزید تردید میں جانے کی ضرورت نہیں

جانتے۔ کیونکہ ہماری غرض حضور علیہ السلام سے مدافعت ہے کسی اور سے نہیں اور حضورؐ کی نسبت تو مخالف مہاشہ کے قلم سے یہ الفاظ نکل گئے یا خدا نے نکلوا دیئے کہ۔

''خدیجہ نے محمد کو محمد بنایا پچیس برس کے عرصہ میں جب تک وہ محمد کی بیوی بن کر زندہ رہی۔ محمد کو دوسری شادی کا خیال نہیں آیا۔''

آریہ شاستروں میں خانہ داری کی میعاد پچیس برس مقرر ہے یہ میعاد محمد نے نہایت پاکیزگی سے بسر کی۔ اس لئے ہم اسے آریہ خانہ دار کہہ سکتے ہیں۔ (رنگیلا صفحہ ۱۵)

آپ کی اس راست گوئی سے ہمیں امید ہے کہ اگر دیانتداری سے حضور کی باقی زندگی پر غور کریں تو بجائے آریہ خانہ دار کے

''آریہ سردار''

کہیں گے۔ انشاءاللہ

راہ پر تم کو تو لے آئے ہیں ہم باتوں میں اور کھل جاؤ گے دو چار ملاقاتوں میں

نتیجہ:

خدا کا شکر ہے کہ مخالف کی نگاہ میں بھی حضور کی پچاس سالہ عمر بے عیب اور بے داغ ہے۔ باقی بھی مخالف انصاف سے دیکھیں گے تو اسی نتیجہ پر پہونچیں گے۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

مہاشہ کے تین جھوٹ:

نکاح خدیجہ کے ماتحت رنگیلے مصنف نے تین واقعات ایسے جھوٹ لکھے ہیں جو کبھی معاف نہیں ہو سکتے

پہلا جھوٹ:

''محمد کو یقین ہو گیا کہ دنیا گمراہ ہو رہی ہے۔ اسے اپنے ابنائے جنس کی حالت پر رونا آتا تھا۔ اس کے دل میں گہرا درد تھا۔ جو عربی زبان کے نہایت پر اثر اشعار کی صورت میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہو رہا تھا۔ یہی قرآن کی پہلی آیتیں ہیں جو کسی نامعلوم سبب سے قرآن

کے اخیر میں درج کی گئی ہیں ان میں تڑپ ہے تیزی ہے۔ سچی طلب ہے۔ بیقرار آرزو ہے۔ حقیقت کی تلاش ہے۔" (صفحہ ۱۳)

پراثر اشعار نہ آنحضرتؐ نے کبھی بنائے نہ قرآن میں کوئی شعر درج ہے بلکہ شعر کی تردید ہے۔ مَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ (نہ ہم (خدا) نے اس نبی کو شعر بنانا سکھایا اور نہ اس کے لائق ہے)

دوسرا جھوٹ:

"محمد کا اضطراب بڑھتا گیا اور تسلی کی کوئی صورت نہ دیکھ کر آخر اسے خیال ہوا کہ خودکشی کر لینی چاہئے۔ آخر اس رونے دھونے کی زندگی سے فائدہ؟ یہاں خدیجہ کی عمر رسیدگی کام آئی کوئی نوجوان عورت ہوتی تو خاوند کو پاگل سمجھتی اور اس کا ساتھ چھوڑ دیتی۔ آپ ڈرتی اور اسے ڈراتی۔ خدیجہ نے محمد کو ڈھارس بندھائی۔ محمد کو شک تھا کہ مجھ پر جنون کا جادو ہے۔ یہ الہام نہیں۔ شیطان کی کرتوت ہے۔ خدیجہ نے جنون کا امتحان کیا اور محمد کو یقین دلایا کہ یہ فرشتے ہیں ان کا پیغام درست ہے اور جب محمد نے کہا کہ یا تو وہ دنیا کو بدل دے گا یا اپنا ہی خاتمہ کرلے گا تو خدیجہ نے دنیا کے بدلنے کے ارادے کو تقویت دی اور خود اس نئے مذہب کی جس کی اشاعت کا محمد نے منصوبہ باندھا تھا سب سے پہلے پیرو بنی۔" (قصص الانبیاء)

قصص الانبیاء میں یہ قصہ نہیں ہے نہ جنون کا جادو۔ نہ شیطان کی کرتوت بلکہ یہ سب حوالہ شیطانی القاء کہیں تو بجا ہے۔ کوئی غیرت مند آریہ ہم کو قصص الانبیاء میں یہ حوالہ دکھائے تو انعام لے۔

تیسرا جھوٹ:

"محمد کو الہام کے وقت سخت تکلیف ہوتی تھی۔ اس کے منہ سے جھاگ آنے لگتی۔ جسم پسینہ پسینہ ہو جاتا۔ باہر کی سدھ بدھ نہ رہتی بعض کا خیال ہے کہ مرگی کے دورے تھے۔ محمد اس وقت مریض ہو جاتا۔ خدیجہ اس کی خدمت کرتی۔ اس پر کپڑا ڈالتی۔ پانی کے چھینٹے دیتی۔ غرض یہ کہ اسے ہوش میں لاتی۔ بخاری باب الوحی۔" (رنگیلا ۱۴)

بخاری میں یہ حوالہ نہیں جس میں مرگی کا ذکر ہو اور خدیجہ کے پانی وغیرہ ڈالنے کا ذکر ہو۔ یہ سب آریہ مہاشہ کی ایمانداری کا ثبوت ہے۔

ہاں ان کذبات ثلثہ (تین جھوٹوں) کے سوا ایک سچ بھی اس کے قلم سے نکل گیا ہے [1] (الکذوب قدیصدق) لکھتا ہے۔

''عرب میں پاپ ہوتا تھا۔ نہایت خوفناک پاپ ہوتا تھا اور محمد کا دل نیکی کے خیالات سے لبریز ہو رہا تھا۔ عربی بت پرست تھے اور اس نے کھلے میدانوں میں بے ابر آسمانوں میں لامحدود ریگستانوں میں کسی لامحدود طاقت کا احساس کیا تھا اسے یقین ہو گیا کہ پرماتما ایک ہے اور اس کی کوئی شکل وصورت نہیں۔'' (صفحہ ۱۳)

مہاشہ سجنو!

یاد رکھنا آئندہ کو اسلام اور اہل اسلام پر یہ الزام نہ لگانا کہ خدا کو متشکل یا متجسم کہتے ہیں۔ ورنہ ہمیں حق ہوگا کہ ہم تمہیں یہ شعر سنائیں۔

کیونکر مجھے باور ہو کہ ایفا ہی کرو گے
کیا وعدہ تمہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

مہاشہ کی مائی:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حق میں رنگیلے مہاشہ نے ان لفظوں میں اظہار عقیدت کیا ہے۔

''اس لئے ہم خدیجہ کو مائی خدیجہ کہیں گے کہ وہ عمر میں۔ عقل میں دانش میں تجربہ وآزمودہ کاری میں مائی خدیجہ ہیں۔'' (رنگیلا صفحہ ۱۶)

اس لئے ہم بھی آریوں اور مسلمانوں کی مائی (حضرت خدیجہ) کی دانش مندی، تجربہ کاری اور دوربین رائے کا اظہار کرتے ہیں جو موصوفہ نے آنحضرتؐ کے حق میں اس وقت ظاہر کی تھی جس وقت (بقول مہاشہ کے) وہ اپنے خاوند کی ڈھارس بندھا رہی تھیں۔ اہل انصاف کے لئے وہ الفاظ قابل غور ہیں۔

---

[1] جھوٹا بھی کبھی سچ بولا کرتا ہے۔

آنحضورؐ نے خدیجہ کو کہا

قَالَ لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ فَقَالَتْ خَدِیْجَہ کَلَّا وَاللّٰہِ لَایُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا. اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ

(صحیح بخاری ص ۳)

"مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ خدیجہ نے عرض کیا ہرگز آپ خوف نہ کریں۔ خدا آپ کو کبھی ذلیل نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں لاوارثوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ بیکسوں کو کسب پر لگاتے ہیں۔ مہمانوں کی ضیافتیں کرتے ہیں۔ اور مصیبتوں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔"

یہ ہے رائے مہاشہ کے مسلمہ مائی کے جس کا خلاصہ یہ شعر ہے

غضب کے دلربا ہو غمگسار بیکساں تم ہو
معین ناتواں ہو میزبان مہماں تم ہو

مائی کے سپوتو! کیا کہتے ہو؟

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ

رَضِیَ اللّٰهُ عَنهَا و عن ابیها

دوسرا حملہ مخالف نے حضرت صدیقہ کے نکاح پر کیا ہے رنگیلے مصنف کے بڑے بھائی پنڈت کالی چرن نے بھی اپنے ہندی رسالہ ''وچتر جیون'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ اللہ عنہا کے نکاح کے متعلق چند روایتیں بے سروپا لکھی ہیں جن میں دیانت اور امانت کے خلاف عمل کیا ہے۔ چنانچہ اس نے بڑے طعنے سے لکھا ہے۔

''جب آنحضرت نے حضرت ابوبکر کو عائشہ سے نکاح کرنے کا پیغام دیا تو اس سے پہلے ابوبکر مطعم بن عدی سے عائشہ کی بابت وعدہ کر چکا تھا مگر حضرت کی ضد کے مارے وعدہ پورا نہ کر سکا۔'' (صفحہ ۱۴۰)

اس دعوے پر حوالہ دیا ہے روضۃ الاحباب صفحہ ایک سو اکیاون (۱۵۱) کا جو درحقیقت صفحہ ایک سو پانچ (۱۰۵) ہے ہم اس مقام کے اصل الفاظ نقل کئے دیتے ہیں۔ تا کہ باانصاف ناظرین ان مہاشہ جی کی امانت اور دیانت پر مطلع ہو سکیں۔

فارسی

درخاطر صدیق خدشہ پیدا شد چہ مطعم بن عدی عائشہ را برائے پسر خود خطبہ نمودہ بود و ابوبکر قبول کردہ و با وے وعدہ درمیان داشت و ہرگز خلف وعدہ نہ کردہ بود بداں سبب خولہ راگفت تو ہمیں جا باش و خود بخانہ مطعم رفت زن مطعم چوں ابوبکر را از دور دید گفت اے ابوبکر امید آں داری کہ پسر مارا از دین ما برگردانی و مسلمان سازی و دختر خود بوے دہی۔ ایں ہم نخواہد رسید ابوبکر از مطعم پرسید تو ہمچنیں میگوئی گفت آرے۔ صدیق غنیمت دانستہ از انجا بخانہ خویش بازگشت و خولہ را گفت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم را بگوئی تا تشریف فرماید۔ خولہ آمد و آں سرور را از زبان ابوبکر بخواند۔ حضرت بخانہ وے تشریف داد و عائشہ را نکاح کرد۔''

(جلد اول صفحہ ۱۰۵)

اردو

ابوبکر صدیق کے دل میں خدشہ ہوا کیونکہ انھوں نے مطعم بن عدی سے عائشہ کے نکاح کرنے کا وعدہ کیا تھا اور ابوبکر نے کبھی وعدہ خلافی نہ کی تھی۔ اس سبب سے خولہ

(قاصدہ آنحضرت) کو ابو بکر نے کہا تو یہاں میرے گھر میں ٹھہر میں آتا ہوں یہ کہہ کر ابو بکر مطعم کے گھر کو گئے۔ جب ان کے گھر میں پہنچے تو اس کی بیوی نے ان کو دور سے دیکھ کر کہا کیا تو اے ابو بکر اس امید سے میرے لڑکے کو لڑکی دینا چاہتا ہے کہ اس کو مسلمان کر لے یہ کبھی نہ ہوگا۔ ابو بکر نے مطعم کو پوچھا کہ کیا آپ بھی یہی کہتے ہیں۔ اس نے کہا ہاں میں بھی یہی کہتا ہوں (جب ان دونوں کی باتیں ایسی طعنہ آمیز ترش لہجہ میں سنیں تو) ابو بکر نے اس کو غنیمت جانا اور اپنے گھر میں آ کر خولہ (قاصدہ) کو کہا کہ پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کر کہ بغرض نکاح تشریف لائیں خولہ گئی اور ابو بکر کی طرف سے آنحضرت کو پیغام دیا حضور تشریف لائے اور عائشہ کے ساتھ آپ کا نکاح ہو گیا۔"

کون نہیں جانتا کہ اس قسم کی گفتگو لڑکے والوں کی طرف سے رشتہ کا انکار ہوتا ہے نہ کہ مطالبہ۔ ناظرین! غور کیجئے کہ ساری عبارت حضرت ابو بکر صدیق کی صفائی اور وعدہ وفائی کا کیسا صاف لفظوں میں اظہار کر رہی ہے۔ مگر مخالف نے آدھی عبارت نقل کر کے اپنے ضمیر کو کیسا آلودہ کیا۔

اسی طرح مصنف ودچتر جیون (ہندی) نے کیسا سفید جھوٹ لکھ دیا ہے کہ۔

آنحضرت نے اپنی پیاری بیوی عائشہ کو ناچ دکھایا۔ صفحہ ۱۶۴

حالانکہ یہ ایسا غلط جھوٹ ہے کہ مصنف کو شرمانا چاہیے کہ ایک تعلیم یافتہ پارٹی (آریہ) کا قائم مقام ہو کر ایسی غلط بیانی کرتا ہے تو بے علم لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ مسجد نبوی میں حبشہ کے فوجی لوگ فوجی کرتب کرتے تھے۔ جس کو آجکل مصنوئی جنگ کہتے ہیں۔ ایسی مصنوئی جنگ کو دیکھنے کا شوق ہر ایک کو ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے بھی شوق ظاہر کیا۔ حضور نے مکان کی دیوار پر سے اسے دکھایا۔ نہ وہ ناچ تھا (کیونکہ ناچ ہندوستانی محاورے میں فاحشہ رنڈیوں کے گانے بجانے کو کہتے ہیں) نہ کوئی ناجائز کام تھا۔ ہاں اس کو ناچ کہنا آریہ مصنف کی بددیانتی اور مذہبی تعصب ہے۔ جس کی شکایت ان کے گرو سوامی دیانند کو بھی ایسے مذہبی متعصبوں سے ہے۔ (دیکھو ستیارتھ پرکاش دیباچہ)

رنگیلے مصنف نے اس جملہ میں اپنا سارا زور اور ساری قوت دل آزاری میں خرچ کردی ہے۔ غور کیجئے کس رنگ آمیزی اور چرب زبانی سے لکھتا ہے۔

''صنف نازک (عورت) کا پیار محمد کی فطرت میں تھا۔ یہ اسے مردوں کے لئے اور خاص کر متقی اور پرہیزگار مردوں کے لئے ایک برکت خیال کرتا تھا۔ اس کی رائے تھی کہ عورت کا عشق مرد کو نیکی کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ مصیبت میں صابر بناتا ہے۔ آفت میں استقلال بخشتا ہے۔ جینے کو ابھارے رکھتا ہے اور روح کو صیقل کرتا رہتا ہے۔''

(رنگیلا صفحہ ۱۱۸)

کیا اعتراض؟ ہم تمہید میں اس کا جواب دے آئے اور بتا آئے ہیں کہ عورت مرد کا تعلق قدرتی ہے۔ جو کوئی اس قدرتی تعلق کو اچھی طرح نباہتا ہے وہی شریف اور خدا رسیدہ ہے جو نہیں نباہتا وہ شریر یا راھشش ہے۔ مہاشہ جی سنئے آپ کے گرو نے ہمارے حضور کی تقلید یا تائید میں اسی قسم کی تعلیم دی ہے۔ آپ کو یاد نہ ہو تو کان دھریئے!

عورتوں کی ہمیشہ پوجا کرنی چاہئے:

''باپ بھائی' خاوند اور دیور [1] ان (عورتوں) کی عزت کریں اور زیور وغیرہ سے خوش رکھیں جن کو بہت بہتری کی خواہش ہووے ایسا کریں۔'' (۱)

''جس گھر میں عورتوں کی عزت ہوتی ہے اس میں آدمی باعلم ہو کر دیو نام سے ملقب ہوتے اور راحت سے رہتے ہیں اور جس گھر میں عورتوں کی عزت نہیں ہوتی وہاں سب کام بگڑ جاتے ہیں۔'' (۲)

''جس گھر یا خاندان میں عورتیں غمگین ہو کر تکلیف پاتی ہیں وہ خاندان جلد تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور جس گھر یا خاندان میں عورتیں آنند سے پر حوصلہ اور خوشی سے بھری رہتی ہیں وہ خاندان ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے۔'' (۳)

''اس لئے حشمت کی خواہش کرنے والے آدمیوں کو مناسب ہے کہ عزت اور تیوہار کے موقع پر زیورات' پوشاک اور خوراک وغیرہ سے عورتوں کی ہمیشہ عزت کیا کریں۔'' (۴)

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲۴ باب ۴ نمبر ۴۸)

---

[1] سماجیو! خاوند کے ساتھ دیور کی شرکت کیوں؟

سماجی مترو! کہو تو استریوں کی پوجا کیا کرتے ہو؟

ہاں ہم کو تسلیم ہے:

کہ ہمارے حضور کو نازک صنف پر بہت کچھ نظر عنایت تھی۔ اسی لئے تو حضور نے سارے ملک عرب بلکہ ساری دنیا کے خلاف منشاء بحکم الٰہی لڑکی کو ماں باپ کا بلکہ بیوی کو خاوند کا بھی وارث بنایا۔

دیانندی سجنو! اس محبت اور انصاف کی مثال ذرا ویدک دھرم میں تو دکھاؤ تمہارے سوامی نے تم کو استریوں کی پوجا کرنی سکھائی مگر یہ نہ ہو سکا کہ بچاریوں کو مردوں کے ساتھ ورثہ میں بھی شریک کر جاتے۔ کیا یہی اسلام کا نقص ہے؟ سچ ہے

گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

اس ضمن میں دوسرا فقرہ مہاشہ مصنف نے کیسا غلط لکھا ہے جس سے اپنے ہم جنسوں کی آنکھوں میں مٹی نہیں کنکریاں ڈالی ہیں۔

سماجیو! غور سے سنو!

(۱) ''محمد نے شاعرانہ طبیعت پائی تھی۔'' (کیسا سفید جھوٹ ہے)

(۲) ''خدیجہ کی کہنہ سالی نے عالم موجودات میں عورت کے شباب کی بہار کا لطف نہ اٹھانے دیا یہ قوت تصور کو ایک اور تازیانہ ہوا دنیا کی عورتیں دماغ سے اتر گئیں۔ بہشت کی حوروں کے خواب آنے لگے۔'' (رنگیلا ۱۹)

مہاشے سجنو! دیکھا اسلام کا معجزہ تمہارا وکیل رنگیلا مصنف اتنی سی عبارت میں کیا کچھ بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے پہلے فقرہ کی تردید تو خود قرآن مجید نے صاف صاف اور کھلے لفظوں میں کر دی ہے۔ غور سے سنو!

مَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ

(ہم (خدا) نے نبی کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ اسے لائق ہے)

حدیث کی کسی کتاب یا تاریخ میں ثبوت نہیں ملتا کہ حضور علیہ السلام نے کبھی ایک شعر بھی بنایا ہو۔

دوسرے فقرہ کا جواب خود مہاشے کے کلام میں ملتا ہے جو پہلے بھی صفحہ ۴۵ پر نقل ہو چکا ہے اور اب پھر نقل ہے۔ مہاشہ لکھتا ہے۔

''میعاد خانہ داری کے پچیس برس محمد ایک ہی بیوی پر قانع رہا اور وہ بھی دو خاوندوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت چالیس برس کی اور انتقال کے وقت ۶۵ برس کی تھی۔ اس بڑھیا کی اس جوان کی نبھ گئی۔ یہ بات محمد کی پاکیزگی خاطر پر دلالت کرتی ہے۔'' (صفحہ ۱۸)

سماجیو! تمہارا مہاشہ کیسے دل و دماغ کا مالک ہے کہ صفحہ ۱۸ پر تو حضرت خدیجہ جیسی بڑھیا بیوی سے نباہ کرنے کو حضور علیہ السلام کی پاک باطنی کہتا ہے جو بالکل سچ ہے مگر چند سطریں بعد ۱۹ پر اس بڑھیا سے نباہ کرنے کو موجب حسرت و افسوس قرار دیتا ہے۔ یہ کس قسم کا ظلم یا بدحواسی ہے؟ دونوں منقولہ عبارتیں غور سے پڑھو۔

حضرت عائشہ صدیقہ کے نکاح پر سب سے بڑا اعتراض مخالف کو یہ ہے کہ دس برس کی کم سن لڑکی تھی اور حضورؐ کی عمر ۵۳ سال تھی۔ اس لئے مہاشے جی مشورہ دیتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

''محمد ابوبکر کی لڑکی کو اپنی لڑکی بنالیتا۔ اس کی شادی اپنے ہاتھوں سے کرتا۔ جہیز دیتا اور اس کا باپ بن جاتا تو نہایت خوش آیند ہوتا۔'' (رنگیلا ۲۱)

اللہ رے تیری شان! یہ اس قوم کی طرف سے مشورہ ہے جو نیچرل قانون کو اپنا اصول جانتی ہے۔ مہاشہ جی اور ان کے ساتھی جانتے ہیں کہ والدین اور اولاد کا تعلق قدرتی ہے مصنوعی نہیں کہ کسی کے بنانے سے بنے۔ اسی لئے قرآن مجید نے متبنّیٰ (لے پالک) کو اپنا بیٹا کہنے سے منع کر دیا۔ غور سے سنو! ارشاد ہے۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ

(لے پالکوں کو انکے والدوں کے نام سے بلایا کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت انصاف کی بات ہے) مگر جس قوم کا یہ اصول ہو کہ نیوگ زادہ اپنے اصل باپ سے (نطفہ دار) سے کٹ کر مصنوعی باپ کا بیٹا کہلائے (ستیارتھ پرکاش) وہ کیوں نہ ایسا مشورہ دیں۔

ہم گذشتہ تمہید میں خاوند بیوی کے تعلقات پر مفصل لکھ آئے ملاحظہ ہو کتاب ہذا

صفحہ ۴۶ تا ۴۹۔ مگر مہاشہ مخالف بے سوچے سمجھے استہزاء سے لکھتا ہے۔

''عائشہ اپنی گڑیاں ساتھ لائی۔ ترپین سال کے نوشہ بھی کبھی کبھی اپنی اس ہونہار بیوی کی معصومانہ کھیلوں میں شریک ہو جاتے۔ ترپین سال کے بڈھے کا بچوں کے ساتھ کھیلنا معیوب نہیں لیکن کسی اور حیثیت میں ہونا چاہئے خاوند کی حیثیت میں نہیں۔'' (رنگیلا صفحہ ۲۱)

کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا جس سے یہ ثابت ہو کہ حضور عائشہ کے ساتھ گڑیاں کھیلا کرتے تھے۔ ہم حیران ہیں کہ ان چالاکیوں سے آریہ سماج کے خیال میں فتحیابی کا پلاؤ پک رہا ہے۔

ایں خیال است ومحال است وجنوں

علاوہ اس کے ہم کہتے ہیں کونسی عقلی دلیل اس امر سے مانع ہے کہ خاوند اپنی بیوی کی تفریح میں شریک نہ ہو۔ (یہ جواب بعد تسلیم واقعہ کے ہے) بحالیکہ آریوں اور ہندوؤں کے مسلمہ گرو منو جی دھرم شاستر کے بانی راجہ کو اجازت دیتے ہیں۔

''راجہ کھانا کھا کر عورتوں کے ساتھ محل میں بہار کرے۔''

(باب ۷ شلوک ۲۲۱)

مہاشے نے حضرت عائشہ صدیقہ کی نسبت دو الزام عجیب افترا کئے ہیں۔

(۱) افک عائشہ جو اسلامی کتابوں میں خاص کر قرآن شریف میں مردود ہے اس کی صحت کی طرف اشارہ کر کے مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کیا۔

(۲) صحابہ کرام کے زمانہ میں مسئلہ خلافت پر جو لڑائی ہوئی اس میں بھی عائشہ کو دخیل بنا کر تعدد ازواج کو باعث تباہی اسلام بتایا ہے۔ چنانچہ مہاشہ مخالف کے نامہذب الفاظ یہ ہیں۔

''محمد کی بیٹی فاطمہ، مائی خدیجہ کی یادگار فاطمہ، علی سے بیاہی ہوئی تھی ادھر فاطمہ کا خاوند اپنا داماد علی ہے ادھر چہیتی بیوی عائشہ ہے۔ محمد کدھر کو جائے۔ گھر میں خانہ جنگی کی بنیاد پڑ گئی۔ اس خانہ جنگی نے محمد کی وفات کے بعد اسلام کی تاریخ کو متواتر خونریزیوں کی تاریخ بنا دیا۔'' (صفحہ ۲۴)

معلوم نہیں مہاشہ جی کو یہ لکھتے ہوئے کوروں پانڈوں کی لڑائی کا نقشہ سامنے آ گیا۔ یا ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے وارثوں کی جنگ دکھائی دی' خدا جانے یہ بہکی بہکی باتیں کیوں کرنے لگ گئے ہمیں تو کسی اسلامی کتاب میں یہ نقشہ خانہ نبوی کا دکھائی نہیں دیتا۔ ہاں ہم مانتے ہیں کہ خلافت پر لڑائی ہوئی مگر اس کا سبب یہ نہ تھا جس کا مخالف نے منصوبہ گھڑا ہے بلکہ سیاست میں اختلاف رائے تھا ہاں نمبر اول کے متعلق جواب خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔

اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ

(عائشہ وغیرہ پر جو افترا اور بہتان لگایا گیا ہے وہ اس سے پاک ہیں)

مخالفوں کا الزام اگر ملزوم پر دھبہ لگا سکتا ہے تو تم کو یاد ہونا چاہیے کہ تمہارے لیڈر سوامی شردھانند پر حال میں جو الزامات غبن وغیرہ بد اخلاقیوں کے لگائے گئے ہیں کیا وہ بھی صحیح ہیں؟ جن میں سے بطور نمونہ ایک اشتہار درج ذیل ہے۔

شردھانند کی شرمناک اخلاقی موت۔ روپیہ کمانے کے لئے سنیاسی ہونے کی حقیقت

(پبلک فنڈوں کا حساب پوچھنے پر بازاری گالیاں)

''ہم نے شردھانند سے اخبار ایشیا دہلی میں کئی قومی فنڈوں کے حساب کا مطالبہ کیا تھا جس کے جواب میں اس کی طرف سے اس کے تیج اخبار میں ہمیں فحش گالیاں دے کر اپنی خاندانی تہذیب کا ثبوت دیا گیا ہے اور جو حساب دیا گیا وہ سخت مشکوک اور جعلی ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ شردھانند نے قومی فنڈوں کا بہت سارا روپیہ ہضم کیا ہے۔ ان جوابات سے شردھانند کی اخلاقی موت ہوگئی ہے اب وہ تنگ آ کر ہمیں کئی ذرائع سے بدنام کر رہا ہے اور اپنے بعض چیلوں کو ہمارے برخلاف آمادہ کر رہا ہے لیکن ہم اس کو آگاہ کرتے ہیں کہ آج کل غدر کا زمانہ نہیں ہے اگر کسی موقع پر ہمارا بال بھی بیکا ہوا تو شردھانند مع اپنے

چیلوں کے بڑے گھر میں نظر آئے گا۔ ایسی دھمکیاں دیکر وہ قومی فنڈوں کا روپیہ اگلنے سے بچ نہیں سکتا اب ہم مجبور ہو کر پبلک کو یہ بتلاتے ہیں کہ یہ شخص سنیاسی کیوں ہوا؟ ہم جو کچھ بھی لکھیں گے ہر ایک بات کا کافی ثبوت ہمارے پاس موجود ہے واقعات یہ ہیں کہ ۱۹۰۰ء میں سب سے پہلے آریہ سماج کالج پارٹی والوں نے بستر پرتی شیر پنجاب لالہ لاجپت رائے جی اور مہاتما ہنس راج جی نے اس شخص پر قومی فنڈوں کے غبن کرنے کا الزام لگایا تھا۔ یہ ہر دو اصحاب معمولی آدمی نہیں ہیں۔ زاں بعد ۱۹۰۵ء میں کئی ذمہ دار معززین نے آریہ پرتی مذہبی سبھا پنجاب میں اس شردھانند (سابق منشی رام) پر چودہ ہزار سے زائد ایک رقم ہزار کی دوسری رقم غبن کرنے کی بابت کیس دائر کر کے اس کو ایک ملزم کی حیثیت میں پیش کیا تھا اور اس پر بھرے اجلاس میں یہ فرد الزام بھی لگائی گئی تھی کہ (۱) یہ شخص ہرگز اس قابل نہیں کہ کوئی پبلک فنڈ اس کے سپرد کیا جائے۔ (۲) یہ شخص ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کو ذمہ داری کا عہدہ دیا جائے کیونکہ معمولی اختلاف رائے ہونے پر بھی یہ ہر شخص کو نقصان پہنچانے اور جھوٹے الزام لگا کر بدنام کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔''

جب مذکورہ بالا غبن کا کیس اس پر چلا تو یہ ان دنوں گروکل کانگڑی کا مکھیہ ادھشٹا تا تھا اور اس کے ساتھ ایک پارٹی تھی۔ اس وقت تو یہ کہہ کر اس نے جان بچائی تھی کہ وہ روپیہ کسی شخص کو دے رکھا ہے۔ یہ ان دنوں ہزاروں کا قرضدار بھی تھا اس کا قرضہ اتارنے کے لے اس کی کتابیں لے کر ایک آریہ کمپنی قائم ہوئی تھی لیکن کئی سال کے بعد جب وہ غبن شدہ روپیہ وصول نہ ہوا اور خود اس کی پارٹی والوں کو معلوم ہو گیا اور وہ پندرہ ہزار سے زائد روپیہ یہ شخص خود ہی کھا گیا ہے تو اسکی پارٹی بھی اس سے منحرف ہو گئی۔ تب اس نے گھبرا کر اپنی پول ظاہر ہوتے دیکھ کر ایک شخص سے یہ صلاح کی کہ۔

''دھرم کے کاموں میں تو روپیہ کا حساب پوچھا جاتا ہے لیکن پولیٹیکل کام میں بڑی عزت ہے۔ کوئی حساب کتاب پوچھتا ہی نہیں۔ اس لئے میں تو سنیاسی ہو کر پولیٹیکل کام شروع کروں گا اور تم بھی میرے ساتھ رہنا''

چنانچہ یکم بیساکھ ۱۹۰۷ء میں بغیر گرو کے خود بخود سر منڈوا کر اور گیروے کپڑے

کر کے اپنا نام شردھانند خود ہی رکھ کر شاستروں کے طریقہ کے خلاف سنیاسی بن گیا اور روپیہ کمانے کے لئے دہلی کو تجارتی شہر دیکھ کر اس نے اڈہ جمایا۔ جس مذکورہ بالا شخص سے صلاح کی تھی اس کو دھوکہ دے کر اس کا قریباً چار ہزار روپیہ اس نے ہضم کرلیا۔ یہ دھوکا بازی دیکھ کر وہ شخص اس سے الگ ہوگیا۔ وہ شخص دہلی میں ہی رہتا ہے۔ شردھانند کے انکار کرنے پر ہم پبلک کو اس کا نام بتائیں گے۔ سنیاسی ہونے کے بعد شردھانند نے خوب جال پھیلایا۔ گڈھوال میں قحط پڑنے پر گڈھوال ریلیف فنڈ کھولا اس میں اس کے پاس روپیہ کس قدر آیا تھا اور کس قدر روپیہ کس کس طرح خرچ ہوا۔ یہ بتلاتے ہوئے گھبراتا ہے۔ کہا گیا تھا کہ باقی ۲۸ ہزار روپیہ بچایا تھا ہم نے اس کا حساب دریافت کیا تو شردھانند نے اپنے اخبار تیج میں کمینہ گالیوں کے ساتھ اس کا جواب ایسا مشکوک دلایا کہ وہ معہ ایڈیٹر تیج کے جعلسازی میں پھنس گیا یعنی پہلے تو ۲۸ ہزار روپیہ باقی بتلا کر اس کا حساب (بلا ثبوت) بتلا دیا۔ جب ہم نے للکار کر پوچھا کہ شردھانند نے اپنے لڑکے اندر کو اس فنڈ سے جو پانچ ہزار روپیہ ناجائز طریقہ سے پریس اور اخبار جاری کرنے کو دیا تھا وہ کہاں ہے؟ تو دروغگو را حافظہ نباشد کے مصداق تیج ۱۳ مارچ میں گھبراہٹ میں لکھ ڈالا کہ وہ پانچ ہزار روپیہ پریس میں لگا دیا تھا۔ لیکن وہ اچنتی کھاتہ میں پڑا ہوا ہے اور وہ شری مالوی جی کو دینا ہے۔'' شری مالوی جی ان دنوں دہلی ہی میں تھے مگر ان کو یہ روپیہ نہیں دیا گیا اور اچنتی کھاتہ میں ہی پڑا ہوا ہضم ہو جائے گا لیکن اب سوال یہ ہوتا ہے کہ پہلے تو ۲۸ ہزار کل باقی روپیہ کا حساب تیج میں بتلا دیا گیا تھا پھر یہ پانچ ہزار کہاں سے نکل آیا اور اس طرح ۳۳ ہزار روپیہ ہوتا ہے لہٰذا صاف ثابت ہے کہ یہ حساب جعلی ہے اور یہ جعلسازی دھرم اور قانون کے خلاف ہے۔ گویا ایک فنڈ کے ایک ہی حساب میں ہم نے شردھانند کو قومی ملزم کی حیثیت میں قوم کے سامنے کھڑا کر دیا ہے۔ ابھی وہ اس فنڈ کے تمام خرچ کردہ اور باقی ماندہ کا مفصل حساب پیش کرے تو کئی جگہ ایسی ہی گڑبڑ ملے گی۔ اب ہم دیگر فنڈوں کا ذکر کرتے ہیں۔

(۲) پولیٹیکل کام چھوڑ کر شردھانند نے شدھی کا کام شروع کیا۔ اس سلسلہ میں بھارتیہ شدھی سبھا آگرہ سے شردھانند کا نو ہزار روپیہ لینا تیج ۱۳ مارچ میں درج ہے اور

بتلایا ہے کہ صوبہ دہلی میں اس روپیہ سے شردھانند نے ایک ہزار کے قریب شدھیاں کیں اور دہلی کے ماتحت ۴۵۔ اپدیشک کام کرتے رہے۔'' کیا دہلی کا کوئی شخص بتلا سکتا ہے کہ ۴۵ اپدیشک ہوتے ہوئے دہلی میں شدھی پر ان کے کس قدر لیکچر ہوئے اور کیا ایک ہزار شدھیاں صوبہ دہلی میں کہیں ہوئی ہیں؟ کیا شردھانند اس نو ہزار روپیہ کے خرچ کی تفصیل اور ۴۵۔ اپدیشکوں کے نام معہ پتہ بتلا سکتے ہیں؟

(۳) شردھانند مفصل معہ نام و پتہ کے بتلائے کہ شہر دہلی سے اس نے شدھی سبھا کے لئے کس کس سے کس قدر روپیہ بطور چندہ لیا ہے اور وہ کہاں خرچ ہوا؟

(۴) اخبار تیج کے لئے بھی شدھی سبھا سے کس قدر روپیہ لیا ہے اور کیوں لیا ہے؟ کیا تیج کے سرورق پر اپنا نام اس کی سرپرستی میں لکھوانا پبلک کو صریحی دھوکا دینا نہیں؟

(۵) ہندو سنگھٹن کے لئے شردھانند نے دورہ کیا تھا۔ اس دورہ میں کس قدر روپیہ جمع کیا ہے اور وہ روپیہ کہاں ہے؟ اور ہندو سنگھٹن کا شور مچانے پر بھی اس نے ان کا کس قدر کام کیا ہے؟

(۶) شردھانند کی ولت ادھار سبھا میں پار سال ایک اخبار کی تحریر کے مطابق سات آٹھ ہزار روپے آئے تھے جو پار سال ہی نہ معلوم کونسے اچھوتوں کے کاموں میں خرچ کئے گئے۔ نومبر ۱۹۲۳ء میں ایک خبر شائع ہوئی تھی کہ اس روپیہ کے خرچ کے کاغذات شردھانند کے داماد ڈاکٹر سکھدیو کے دوائی خانہ میں جہاں اس سبھا کا دفتر بھی تھا موجود تھے کوئی چور رات کو آ کر کاغذات کو جلا گیا۔ شردھانند نے ہمارے پوچھنے پر تیج میں اس کا کچھ ذکر کرایا ہے مگر ولت ادھار سبھا کے فنڈ کا مفصل حساب دینے کا نام تک نہیں لیا۔

(۷) شردھانند نے شدھی کا کام بھی اپنا مطلب پورا کر کے چھوڑ دیا اور اچھوتوں کا کام مذکورہ دلت ادھار سبھا کے نام سے شروع کر دیا۔ اس خانہ ساز سبھا کے لئے ۲۵ لاکھ کی اپیل کر کے شردھانند نے پچھلے دنوں ہی کاٹھیاواڑ اور بمبئی وغیرہ کئی جگہ دورہ کیا تھا لیکن اب تک اس نے ظاہر نہیں کیا کہ ان دوروں سے اس کو کس قدر روپیہ ملا۔ کیا اس سبھا کا پہلا اور اب کا سب روپیہ ہضم؟ اس سبھا کا پردھان خود شردھانند ہے اور سیکرٹری اس کا داماد

سکھدیو ہے۔ گویا گھر ہی کی سبھا ہے۔ شردھانند گھر میں بیٹھ کر جب چاہتا ہے روپیہ کمانے کے لئے کوئی نہ کوئی سبھا بنا لیتا ہے۔ کسی سبھا کے نام سے اس کو کوئی شخص روپیہ وغیرہ نہ دے۔

(۸) شردھانند نے حال ہی میں اعلان کیا ہے کہ ایک شخص نے اچھوتوں کے لئے ڈھائی ہزار روپیہ ماہوار دیا ہے شردھانند یہ بتائیے کہ یہ روپیہ کس سے اور کس ماہ سے اس کو ملتا ہے اور کہاں خرچ ہوتا ہے؟

(۹) گئو رکھشا سب کمیٹی کے روپیہ کا بھی مفصل حساب نہیں بتلایا اور نہ باقی ماندہ روپیہ ہندو مہا سبھا بنارس کو بھیجا گیا وہ گئو ماتا کی رکھشا کا روپیہ بھی ہضم؟

(۱۰) دہلی کے ایک جلسہ میں ۲۴ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو شردھانند نے کہا تھا کہ ایک سبھا کا ساڑھے چھ ہزار روپیہ تھا کچھ مختلف کاموں میں خرچ ہو گیا اور ایک ہزار باقی ہے وہ میں ہندو سبھا دہلی کو دیدوں گا ازاں بعد ۲۲ جنوری ۱۹۲۴ء کو شردھانند نے اپنے مکان ہی پر یہ فیصلہ کیا تھا جو اخباروں میں نکل چکا ہے کہ "ہندو سبھا کا کام دہلی سے باہر کرنے کے لئے اندر ایڈ ہزار جن اور دیش بندھو ایڈیٹر تیج کو دو سو روپیہ ماہوار دیدیا جائے۔" کیا اس طرح شردھانند گھر ہی میں وہ روپیہ بھی ہضم کرنا چاہتا ہے اور وہ ساڑھے چھ ہزار روپیہ کس سبھا کا تھا اور شردھانند نے کہاں پر خرچ کیا ہے؟

(۱۱) پنڈت لکھشمی نارائن جی شاستری دہلی سور گباشی کے کئی ہزار روپیہ شردھانند نے وعدہ کر کے شدھی کے کام میں خرچ کرادیئے تھے کہ یہ روپیہ بعد میں شدھی سبھا سے دیدیئے جائیں گے لیکن بعد میں پنڈت جی کو کورا جواب دیدیا۔ پنڈت جی نے شدھی کے لگن میں وشواس گھاتی شردھانند کے کہنے میں آ کر اپنی دھرم پتنی کے زیورات تک فروخت کر کے لگا دیئے تھے۔ کیا پیسے کے بھوکے شردھانند نے پنڈت جی کے وہ کئی ہزار روپیہ اپنے حساب میں دکھا کر شدھی سبھا کے حساب سے خود ہضم تو نہیں کر لئے؟ پنڈت جی سے یہ وشواس گھات کر کے شردھانند نے مہاپاپ اور اخلاقی جرم کیا ہے شردھانند ان کو اپنا یہی پاپ چھپانے کے لئے ہمیشہ بدنام کرتا رہا ہے

(۱۲) شردھانند جب سنیاسی ہوا تھا تو اس کے پاس کچھ نہ تھا اور اندر پڑھتا

تھا وہ بھی نادار تھا تو ارجن اور تیج اخباروں کے خرچ اور مشین پریس لگانے میں ہزاروں روپیہ وہ کہاں سے لایا ہے؟ اور اس قدر بڑے بڑے مکانوں کا کرایہ وہ کہاں سے دیتا ہے؟ کیا اس پرتیکش پرمان (ثبوت عینی) کا کوئی جواب ہے اور کیا اپنے وطن جالندھر میں اس نے مکانات تو نہیں بنوائے؟ اگر بنوائے ہیں تو وہ روپیہ کہاں سے آیا؟

(۱۳) آریہ سماج کا اتہاس لکھنے کے لئے شردھانند نے کئی سال ہوئے دورہ لگایا تھا کیا اس دورہ سے بھی کچھ روپیہ جمع کیا تھا؟ اگر کیا تھا تو وہ کہاں ہے؟

(۱۴) شردھانند نے روپیہ کمانے کے لئے ایک اتیا چار اور شیطنت کا مٹھ بنا رکھا ہے جہاں عورتوں کے ذریعہ سے روپیہ پیدا کیا جاتا ہے اس کو لکھتے ہوئے ہمارا قلم رکتا ہے کیونکہ ان حالات کے ساتھ شردھانند کے لڑکے اندر کی بیوی ودیارتی کا بھی ذکر آتا ہے

(۱۵) شردھانند نے روپیہ کے لالچ میں سنیاسی ہو کر پولیٹیکل کام شروع کیا تو اظہار مشیخت کرنے پر قید ہو گیا اور مشہور ہے کہ کوئی خاص معاہدہ کر کے قید سے رہا ہوا ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ رہائی کے بعد اس نے پولیٹیکل کام کو ہاتھ تک نہیں لگایا اور ہندو مسلمانوں اور ہندوؤں ہندوؤں میں بھی ناچاقی پیدا کر رہا ہے بلکہ کانگریس اور پولیٹیکل لیڈروں کی بھی مخالفت کر رہا ہے۔ حال میں اس نے مہاتما گاندھی کے خلاف بھی سخت حملہ کیا ہے جن کی جوتیاں اٹھانے کے بھی یہ قابل نہیں ہے یہ دوسرا جے چندر راٹھور ام ہندو قوم اور تمام اہل ہند کے لئے مار آستین اور بغلی گھونسہ ہے اس سے اور اس کے اخباروں سے لوگوں کو بچا رہنا چاہئے۔ اخبار بندے ماترم وغیرہ نے بھی اس کو بہت پھٹکارا ہے۔ اس شخص نے قومی فنڈوں کا نہ معلوم کس قدر روپیہ کھایا ہے۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ شردھانند کا کوئی کام بھی پورا نہیں ہوا کیونکہ روپیہ تو زیادہ تر یہ کھا گیا۔ باقی صرف نمائش رہی۔ ہم پبلک کو ہوشیار کرتے ہیں کہ کوئی شخص گیروے کپڑوں کے دھوکے میں آ کر اس کو کسی کام کے لئے بھی روپیہ نہ دے ورنہ ایسے لوگوں کو دان دینے والا شخص بھی شاستروں کے مطابق پاپی ہوتا ہے۔ اس نے ارجن اور تیج دونوں اخبار اسی لئے جاری کر رکھے ہیں کہ ان کے ذریعہ شور و شر پھیلا کر روپیہ پیدا کیا جائے اور اگر کوئی شخص شردھانند سے قومی فنڈوں کا حساب

یہ دونوں اخبار اس کو گالیاں دے کر بدنام کرنا شروع کر دیں۔ پبلک کو ان اخباروں سے بھی ہوشیار رہنا چاہئے۔

نوٹ۔ ہم اخبار ایشیا میں لکھ چکے ہیں کہ اگر شردھانند چند معزز لیڈروں کو تجویز کرے تو اس کے سامنے ہم یہ تمام معاملات اس کے روبرو پیش کرنے کو تیار ہیں۔ غرض ہم نے ایک ضروری قومی خدمت ادا کرتے ہوئے اس قومی غدار کو قوم کے سامنے اس کے اصلی روپ میں کھڑا کر دیا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ قوم اس کو اور اس کے اخباروں کو کس قسم کی قومی سزا دیتی ہے۔ شردھانند کہیں آریہ سماجی بنتا ہے اور کہیں سناتن دھرمی کہہ کر اپنا مطلب نکال لیتا ہے دراصل یہ قوم کا کھتری اور آریہ سماجی ہے لیکن بکثرت آریہ سماجی بھی اس سے ان حرکات کے باعث ناراض ہیں۔ سنیاسی ہو کر بھی اپنی لڑکے، بہو اور پوتوں کے ساتھ رہتا ہے۔ باہر جا کر نہ معلوم کیا کہتا ہوگا۔ شردھانند نے اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے اپنے اخبارات تیج اور ارجن کے ذریعہ ملک میں سخت کش مکش پیدا کر رکھی ہے چند روز ہوئے ان حرکات سے تنگ آ کر مہاتما گاندھی کو اعلان شائع کرنا پڑا تھا۔ تب ہی سے شردھانند اور اس کے اخبارات نے مہاتما جی پر حملہ کرنا شروع کر دیا ہے اسی طرح یہ ہر دو تیج اور ارجن اخبارات اس شورش انگیزی کے علاوہ ہندو قوم میں بھی باہمی نااتفاقی کو بڑھا رہے ہیں اور قومی فنڈوں کے خرد برد کرنے اور شردھانند کی دیگر حرکات پر قوم کو کمینہ دھوکا بازی میں لا کر پردہ ڈال رہے ہیں۔ ہر طرف شردھانند اور ان کے اخبارات کی حرکات پر سخت نفرت ظاہر ہو رہی ہے۔ شردھانند اگر سچا آدمی ہے تو ہمارے اس اشتہار کا جواب دینے سے کیوں گھبراتا ہے۔ ہر شخص کا قومی فرض ہے کہ وہ ٹھنڈے دماغ سے اس اشتہار کو پڑھ کر غور کرے۔''

راقم پنڈت راج نارائن ارمان دہلی (ایڈیٹر روزنامہ اخبار ایشیا دہلی)

حالانکہ الزام عائشہ کا جواب تو اسی زمانہ میں دیا گیا مگر اس اشتہار کا جواب آج تک ہم نے نہیں دیکھا۔ پس الزام عائشہ کا جواب وہی ہے جو قرآن مجید میں درج ہے۔

اسی ضمن میں مخالف مہاشہ نے مسئلہ تعدد ازواج پر بھی مضحکہ اڑایا ہے اس کا جواب ہم اخیر رسالہ میں دیں گے۔ انشاءاللہ۔

مہاشہ مصنف کو اس بات پر بھی جلن ہے کہ حضرت صدیقہ پر جو یہ جھوٹا الزام لگایا گیا تھا قرآن میں اس کی تردید کیوں ہوئی؟ چنانچہ آپ نے اس رنج کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے۔

''سورہ نور میں رسول اور رسول کے خدا کا غم وغصہ اب تک مرقوم چلا آتا ہے۔ بدزبان لوگوں کی زبانیں ان کے منہ میں گھسیڑ دی گئیں اب ضرورت ہوئی کہ حرم کو فہمائش کی جاوے کیونکہ تالی دو ہاتھوں سے بجتی ہے۔ یہ خدمت بھی اللہ میاں نے قبول کی۔'' سورۃ احزاب اتری۔

''اے پیغمبر کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پر ماتما سے ڈرتی ہو تو اپنے قول سے نہ پھرو تا کہ وہ لالچ نہ کرے جس کے دل میں مرض ہے اور کہا گیا ہے قول معروف اپنے گھروں میں رکی رہو اور نہ دکھاتی پھرو سنگار جیسے جاہلیت کے زمانہ کی عورتیں کرتی تھیں۔''

آخر محمد کا اپنی بیویوں کو آپ تنبیہ وتوبیخ کرنا بانکی زوجیت کے لوازمات کے خلاف تھا۔ اللہ میاں۔ میاں بیوی دونوں کا بزرگ ہے اس کو بیچ میں ڈالا اور جو چاہا کہلوا لیا۔'' (رنگیلا ۲۵،۲۶)

پیغمبر اسلام علیہ السلام کا ہر قول وفعل اور آپ کی خانگی زندگی امت کے لئے اسوہ حسنہ (نیک نمونہ) ہے اس لئے اس خانگی واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں ہو کر صفائی کرنی ضروری تھی مگر بقول آریہ سماج پرمیشور نے کیا کیا کہ وہ اپنے رشیوں کے علاوہ ایک میاں بیوی کے کاموں میں دخل دیتا ہوا سوال کرتا ہے۔

''اے بیاہے ہوئے مرد عورتو! تم دونوں رات کو کہاں ٹھیرے تھے اور دن کہاں بسر کیا تھا تم نے کھانا کہاں کھایا تھا وغیرہ۔'' (رگ وید۔ اشٹک ادھیائے ۸ سورگ ۱۸ منتر ۲) کیا ہی فضول اور بے خبری کے سوال ہیں۔ تم دونوں رات کو کہاں رہے تھے کیا خوب کیا کوئی حیادار مرد یا عورت رات کو رہنے کا جواب دے سکتے ہیں۔ اسی لئے اس سوال کا جواب وید میں مذکور نہیں۔ غالباً سننے والوں نے شیخ سعدی مرحوم کے مشورے پر عمل کیا ہوگا۔

جواب جاہلاں باشد خموشی

اسی ضمن میں مہاشے نے حضرت عائشہ کا ایک قصہ سر ولیم میور کی تاریخ سے نقل کیا ہے جو باوجود معمولی ہونے کے مخالف اس میں رنگ آمیزی سے نہیں چوکا۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

''بیماری کے دوران میں محمد قبرستان کو اور اپنے مرنے کا یقین پختہ کر کے گھر لوٹا عائشہ بھی اتفاق سے اس دن دردِ سر میں مبتلا تھی وہ کراہ کراہ کر کہہ رہی تھی۔ ''میرا سر! میرا سر!'' محمد معاً بول اٹھے' عائشہ! یہ لفظ مجھے کہنے چاہئیں۔'' کم سن عورت نے سنا اور چپ ہو گئی۔ محمد کو ظرافت سوجھی۔ کہا'' عائشہ! کیا تم پسند نہ کرو گی کہ تمہاری موت میرے جیتے جی ہو۔ تاکہ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے دفن کروں اور تمہاری قبر پر دعا کہوں؟ عائشہ نے ناک بھوں چڑھائی اور جواب دیا'' یہ کسی اور کو سناؤ میں سمجھ گئی۔ میرے گھر کو مجھ سے خالی کرنے اور کسی اور حسن و جمال کی پتلی کو اس میں لا بسانے کی آرزو ہے۔'' محمد کو جواب کی فرصت نہ تھی طاقت نہ تھی مسکرا کر ٹال دیا۔ (حیات محمدی مصنفہ میور صاحب)''

(رنگیلا ۳۶)

رنگیلے مصنف نے اس میں بھی رنگ آمیزی سے کام لیا ہے۔ اصل واقعہ بہت مختصر ہے جو مورخ ابوالفدا کے لفظوں میں ہم پیش کرتے ہیں۔

روی عن رضی اللہ عنھا انھا قالت جاء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وبی صداع وانا اقول وار اساہ ثم قال بل انا واللہ یا عائشہ وار اساہ ثم قال ماضرک لومت قبلی فقمت علیک وکفنتک وصلیت علیک ودفنتک قالت فقلت کانی بک واللہ لو فعلت ذلک رجعت الی بیتی وتعزیت ببعض نسائک فتبسم صلے اللہ علیہ وسلم.

(جلد اول ۱۵۱)

عائشہ صدیقہ کہتی ہیں ایک روز میرے سر میں درد تھا۔ میں کہہ رہی تھی ہائے

میرا سر (کیونکہ حضور خود بیمار تھے) پھر (بطور تسلی دینے کے بیوی عائشہ کو) کہا تیرا کیا نقصان ہے اگر تو میرے سامنے مرجائے اور میں تجھے کفناؤں اور جنازہ پڑھوں اور دعا کروں۔ عائشہ نے (جیسے کہ بیماری میں آدمی سڑی ہو کر بولتا ہے) بولی ہاں میں جانتی ہوں اگر آپ میرے ساتھ بعد موت ایسا ہی کریں گے تو اسی وقت میرے گھر میں آویں گے اور اپنی کسی بیوی سے دل بہلالیں گے یہ سن کر حضور مسکرائے۔''

سر ولیم میور نے اس مقام پر خود ہی تاریخ طبری کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ طبری میں بھی یہ قصہ یونہی آیا ہے فقط ایک لفظ کا فرق ہے۔ یعنی اس میں یوں ہے۔ لوفعلت ذلک رجعت الی بیتی فاعرست ببعض نسائک (جلد۳ص۱۹۱)

تاریخ ابوالفداء میں تَعَرَّیْتَ اور طبری میں اَعْرَسْتَ ہے دونوں کے معنی ہیں ''مرد کا عورت سے دل بہلانا۔''

کیسا صاف مضمون اور بیوی خاوند کا روزانہ دل بہلاوا ہے۔ اسی لئے سر میور نے بھی اسی عنوان کے ذیل میں اس واقعہ کو لکھا ہے۔ اس قسم کے واقعات کا جواب ہم تمہید میں دے چکے ہیں۔ مگر بیوی خاوند کے تعلقات اور محبت آمیز تفریحات کو وہی جانتے ہیں جو تعلق رکھتے ہوں جن کی اپنی یا ان کے گروکی ساری زندگی اس قدرتی تعلق سے بے تعلق رہی ہو وہ اس مذاق الفت کو کیا جانیں۔ پنجابی مصرع ہے

تو کی جانڑیں سار عشق دی اوٹھ چراون والا

کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

صدیقہ کے نکاح پر سب سے اہم اور اکبر اعتراض ان کی خردسالی ہے چنانچہ مخالف کے چبھتے ہوئے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں۔

''محمد نے اس خردسال لڑکی سے جو عمر میں اس کی پوتی تھی اپنی نسبت کیوں ٹھیرائی۔ص۱۹

پس ساری مخالفت کی جان یہی اعتراض ہے۔ اس لئے ہم اسی کا جواب مفصل

دے کر اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

لطیفہ:

حضرت خدیجہ عمر رسیدہ عورت سے شادی پر بھی مخالف معترض ہے کہ اتنی سن رسیدہ مائی سے کیوں شادی کی۔ چنانچہ مہاشہ کے چبھتے ہوئے اس بارے میں یہ الفاظ ہیں

''خدیجہ بیوہ تھی وہ بھی قریش یعنی محمد کی ہم قوم تھی۔ دو خاوند مر چکے تھے آل اولاد والی تھی۔ بھلا محمد اور اس کی عمر کا کیا مقابلہ تھا۔'' (رنگیلا ص ۹)

حضرت خدیجہ کے بعد جب جوان عائشہ سے شادی کی تو اس کی خردسالی پر معترض ہیں۔ کیا سچ ہے۔

نہ از جور مردم رہد زشت رو نہ شاہد ز مامردم زشت گو

خیر اسی ضمنی لطیفہ کے بعد ہم اصل بات پر آتے ہیں

میاں بیوی کی عمر میں کیا تناسب ہو؟ اس کی بابت علمائے دھرم شاستر کے مختلف اقوال ہیں ہندوؤں اور آریوں کے مسلمہ پیشوا منوجی اس بارے میں ہدایت فرماتے ہیں۔

''تیس برس کی عمر کا لڑکا اور بارہ برس کی دختر کا وواہ کرے یا چوبیس برس کا لڑکا اور آٹھ برس کی لڑکی کا وواہ کرے۔'' منوسمرتی باب ۹ شلوک ۹۴

پس ایک شخص اپنے چوبیس سالہ لڑکے کی شادی کسی آٹھ سالہ لڑکی سے (جو وہ بھی ویدک دھرم کی پابند ہو) کردے تو دھرم شاستر کے ورودھ (مخالف) نہ ہوگی۔ حالانکہ آجکل کے مشاہدہ سے یہ امر مشکل معلوم ہوتا ہے کہ آٹھ سالہ لڑکی بالغ ہو کر چوبیس سالہ جوان کی برداشت کر سکے۔ لاچار یہ کہنا پڑے گا کہ منوجی کے زمانہ میں آٹھ برس کی لڑکی اس طرح بالغ ہو جاتی ہوگی جس طرح آج کل بارہ سال کی لڑکی بالغہ ہو جاتی ہے آٹھ اور بارہ کے درمیان ہے دس ممکن ہے درمیانی زمانہ میں جو کہ اسلام کا زمانہ ہے دس سالہ لڑکی بالغہ ہو جاتی ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ سے خود یہ فیصلہ آتا ہے کہ لڑکی جب نو برس کی ہو جائے تو بالغہ ہے۔ کیونکہ وہ خود ایسی ہوگئی تھیں۔ دس سالہ عمر میں صدیقہ کا زفاف ہوا۔ چنانچہ مخالف نے صفحہ ۲۰ پر خود لکھا ہے۔ بحکم دھرم شاستر آٹھ سالہ لڑکی کو چوبیس سالہ خاوند ملنا جائز بلکہ

افضل ہے تو دس سالہ بالغہ کو ترپین سالہ خاوند ملنے پر کیا اعتراض؟ ہاں اعتراض ہو سکتا ہے تو لڑکی کی چڑھتی طاقت اور خاوند کے بڑھتے ضعف کا ہو سکتا ہے جس سے لڑکی کی خواہش کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ ہم اس اعتراض کی قدر کرتے ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ طاقت اور ناطاقتی کے لئے عمر کا کوئی قانون نہیں۔ بہت سے مرد چھوٹی عمر میں کمزور ہوتے ہیں اور بہت سے اخیر عمر تک بھی طاقتور رہتے ہیں اس کی پہچان کہ اس مرد میں قوت ہے یا نہیں بہت آسان اور روشن دلیل سے یوں واضح ہو سکتی ہے کہ چھوٹی عمر کی بیوی اور بڑی عمر کے خاوند میں بعد نکاح غیر معلوم وجہ سے اگر بگاڑ رہتا ہے تو سمجھو کہ بڈھا میاں کمزور ہے۔ اور اگر دونوں میں محبت اور سلوک اچھا بلکہ بہت اچھا ہے تو سمجھو کہ بڑے میاں قابل ہیں۔ یہ ایک ایسی شناخت ہے کہ ہر ایک تجربہ کار خانہ دار اس کو صحیح جانے گا۔

اب تنقیح طلب بات یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اور صدیقہ کے درمیان کامل محبت تھی یا نہیں۔ اس لئے مہاشہ مخالف کو بھی انکار نہیں۔ چنانچہ اس کے مختصر الفاظ یہ ہیں۔

”محمد کے مرتے دم تک محمد کی گھر والی دل و جان کی مالک ہمراز عائشہ ہی تھی۔“ ص ۲۱

دوسری شہادت تمہارے بڑے بھائی پنڈت کالی چرن کی ہے جو ہندی رسالہ ”وچترن جیون“ لکھتا ہے۔

”عائشہ بھی محمد صاحب پر عاشق تھی۔“ (۱۶۵)

اسی بزرجمہر نے بحوالہ مدارج النبوۃ لکھا ہے کہ۔

حضور علیہ السلام کو تیس آدمیوں کے برابر طاقت تھی۔“ (۱۴۷)

پس جب آنحضرت کی رجولیت (مردانہ طاقت) کا اعتراف خود مخالفوں کو بھی ہے تو پھر ایک نو عمر لڑکی سے شادی کرنا کونسی عقلی یا نقلی دلیل کے خلاف ہے۔

چیلنج کا جواب:

پنڈت کالی چرن نے اپنے رسالہ ”وچتر جیون“ کے صفحہ ۱۴۸ پر مسلمانوں کو چیلنج دیا ہے کہ ۶ سالہ لڑکی سے ترپین سالہ مرد کی صحبت کو طبی اصول پر صحیح کر دکھائیں۔ غالباً ان کا خیال ہے کہ اتنی عمر کی لڑکی نابالغہ ہوتی ہے۔ اس لئے عائشہ صدیقہ بھی نابالغہ ہو گی۔ ہم اصولاً

ان سے متفق ہیں کہ نابالغہ لڑکی سے ملاپ صحیح نہیں مگر (۹'۱۰) سالہ لڑکی اگر نابالغہ ہوتو آٹھ سالہ کیسے بالغہ ہوگی جس کو ۲۴ سالہ نوجوان طاقتور کے حوالہ کیا جاتا ہے (دیکھو منوجی کا حوالہ مذکورہ) پس اگر آٹھ سالہ لڑکی کا چوبیس سالہ جوان سے ملاپ درست ہے تو دس سالہ لڑکی کا ترپین سالہ بڈھے سے ملنا کیوں نادرست ہے؟ خاص کر اس حال میں کہ دس سالہ لڑکی بالغہ ہواور ترپین سالہ طاقتور پیر نوجوان۔

سماجیو! شیشہ کا گھر بنا کر دوسروں پر پتھر برسانا۔

کہو جی کون دھرم ہے؟

نوٹ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے زفاف کے متعلق بعض علماء (مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی وغیرہ) کی تحقیق یہ ہے کہ ممدوحہ کی بابت جو ۹۔۱۰ سال میں حضور کے گھر میں آنے کا ذکر آیا ہے اس سے مراد خاوند سے ملاپ نہیں بلکہ محض رخصتی ہے اس دعوے پر انھوں نے بہت سے حوالہ جات لغوی اور کتابی پیش کیے ہیں۔ مطلب ان کا یہ ہے کہ حضور کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضرت سودہ خانہ داری کی ذمہ دار تھیں جو بہت بوڑھی اور لحیم شحیم ہونے کی وجہ سے انتظام نہیں کر سکتی تھیں۔ اس لئے آنحضرت کی بہت سی ضروریات نامکمل رہ جاتیں اس لئے حضرت ابو بکر نے عائشہ کو رخصت کیا تاکہ حضور کو خانگی امور میں تکلیف نہ ہو ملاپ کی عمر وہی ہے جو عموماً بالغہ لڑکیوں کی ہوتی ہے۔ یہ مضمون ان کا مع بعض علماء کی تائیدات کے اخبار اہلحدیث نومبر دسمبر ۲۴ کے پرچوں میں چھپتا رہا اب اس تحقیق کے مقابلہ میں کوئی اعتراض پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔

حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا کہ مرے نطق نے بوسے مری زبان کے لئے

مخالف نے صفحہ ۲۷ سے صفحہ ۳۰ تک کوئی بات قابل جواب نہیں لکھی صفحہ ۳۱ پر حضرت زینب کے نکاح کا ذکر کیا ہے مگر وہی بازاری ٹھٹھا مخول جس کا کوئی ثبوت معتبر اسلامی کتابوں سے نہیں دیا۔

اس میں شک نہیں کہ اس قصہ کے متعلق موافقین مخالفین نے بہت سی بے اعتدالیاں کی ہیں ہم چاہتے ہیں کہ اس قصہ کو بے اعتدالیوں سے الگ کر کے اس کا اصل جوہر پبلک کے سامنے لائیں گو اس سے پہلے بھی ہم اپنی متعدد تصانیف میں ذکر کر چکے ہیں لیکن آج اس کو خاص صورت میں پیش کرتے ہیں۔

ملک عرب میں ہندوستان کی طرح دستور تھا کہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں دوسرے کے لڑکے کو متبنیٰ (لے پالک) بنالیتے۔ اس کو مثل صلبی بیٹے کے جانتے۔ اسی کا نتیجہ یہ تھا کہ اس متبنیٰ کی بیوی کو مثل سگی بہو کے سمجھتے۔ چونکہ یہ رسم قانون قدرت کے خلاف تھی کیونکہ باپ بیٹے کا تعلق بیج اور درخت کی طرح قدرتی ہے جو متبنیٰ میں نہیں پایا جاتا متبنیٰ کو مثل صلبی بیٹے کے جاننا قانون قدرت کے برخلاف صریح اور رسم قبیح ہے پیغمبر اسلام جن رسومات قبیحہ کی اصلاح کرنے کو آئے تھے ان میں ایک رسم یہ بھی تھی جس کو رسم متبنیٰ کہتے ہیں چونکہ یہ ایک عام اور مقبول رسم تھی۔ اس لئے اس کی اصلاح بھی صرف زبانی وعظ و نصیحت سے نہیں ہو سکتی تھی بلکہ وعظ ونصیحت کے علاوہ مثال کی بھی محتاج تھی چنانچہ اس کی اصلاح کے لئے دونوں طریق اختیار کئے گئے وعظ ونصیحت تو ان لفظوں میں فرمایا کہ۔

مَا جَعَلَ اَدْعِیَاءَ کُمْ اَبْنَاءَ کُمْ ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاھِکُمْ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ • اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَائِھِمْ ھُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اٰبَائَھُمْ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ۔ (پ۲۱ع۱۷)

''خدا نے تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا یہ تمہارے مونہوں کی باتیں ہیں۔ اللہ سچ کہتا ہے اور سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے۔''

ان کو ان کے باپوں کے نام سے بلایا کرو اللہ کے نزدیک یہ بہت انصاف ہے۔ ہاں اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو سمجھو کہ وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں (پس ان کو بھائی کہا کرو۔ بہر حال بیٹا مت کہا کرو)

کیسی نیچرل تعلیم ہے کہ جس کو قدرت نے نہیں جوڑا تم اس کو قدرتی کی طرح مت سمجھو بلکہ اس کے اصل سے اس کا ملاپ ظاہر کرنے کو انکی اصل ولدیت سے بلایا کرو۔

یہ لفظی تعلیم اتنی بڑی رسم قبیح کی اصلاح کے لئے کافی نہیں ہوسکتی تھی اس لئے خدا نے مثال قائم کرنے کے لئے اسی مصلح اعظم (صلے اللہ علیہ وسلم) کو منتخب کیا جس کا نام قرآنی اصطلاح میں اسوہ حسنہ رکھا گیا ہے۔ آنحضرت کو زید بن حارثہ سے بہت محبت تھی یہاں تک کہ رسم ملکی کے مطابق (منع سے پہلے) لوگ اس کو زید ولد محمد کہتے تھے۔

اس زید (آزاد غلام) کا نکاح بھی حضور نے اپنے قریبی رشتہ میں ایک بڑی شریف لڑکی زینب سے کرادیا تھا جو حضور کے ہاتھوں میں پلی تھی۔ مگر اتفاق سے میاں بیوی میں سوء مزاجی پیدا ہوئی جس کی انتہا یہاں تک پہونچی کہ میاں نے ارادہ کرلیا کہ میں اسے چھوڑ دوں چونکہ یہ عقد نکاح حضور علیہ السلام نے بڑی کوشش سے خود کرایا تھا اس لئے آپ نے زید کو بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔ یہاں تک کہ اس نے زینب کو طلاق دیدی۔ اس سارے قصے کا ثبوت قرآن مجید کی آیات بینات میں ملتا ہے جو یہ ہیں۔

اِذْ تَقُولُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰہُ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْھَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَھَا لِکَیْ لَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِہِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْھُنَّ وَطَرًا وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا ۔

(احزاب آیت ۳۶)

"(اے پیغمبر اس بات کو یاد کرو کہ) جب تم اس شخص کو سمجھاتے تھے (زید بن حارثہ کو) جس پر اللہ نے (اپنا) احسان کیا (کہ اسلام کی توفیق دی) اور تم بھی اس پر احسان کرتے رہے کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر (اور اس کو چھوڑ نہیں) اور تم اس (بات) کو اپنے دل میں چھپاتے تھے جس کو (آخر کار) اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تم (اس معاملے میں) لوگوں سے ڈرتے تھے اور خدا اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو پھر جب

زید اس (عورت) سے بے تعلق کر چکا (یعنی طلاق دیدی اور عدت کی مدت پوری ہوگئی تو ہم نے تمہارے ساتھ اس (عورت) کا نکاح کر دیا تاکہ (عام) مسلمانوں کے لے پالک جب اپنی بیبیوں سے بے تعلق ہو جائیں تو مسلمانوں کے لئے ان عورتوں سے نکاح کر لینے میں (کسی طرح کی) تنگی نہ رہے۔ اور خدا کا حکم تو ہو کر ہی رہے گا۔"

ان آیات میں ایک لفظ زَوَّجْنٰکَھَا آیا ہے جو قابل غور ہے اس میں شک نہیں کہ بہت سے مسلمان مصنفوں سے بھی اس میں کوتاہی ہوئی ہے کہ انھوں نے اس لفظ سے یہ سمجھا ہے کہ حضور کا یہ نکاح زمین پر نہیں ہوا تھا بلکہ آسمان پر ہوا تھا اور بس۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ باقاعدہ نکاح ہوا۔ زینب کا بھائی ابو احمد اس کی طرف سے ولی بن کر شریک مجلس ہوا۔ چنانچہ تاریخ ابن ہشام کے الفاظ واقعہ کے تعلق یہ ہیں۔

تزوج رسول الله صلے الله علیه وسلم زینب بنت جحش وزوجه ایاها اخوها ابو احمد بن جحش واصدقها رسول الله صلے الله علیه وسلم اربع مائة درهم.

(ص ۳۴۴ برحاشیۂ زاد المعاد مصری)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش کے ساتھ نکاح کیا اور اس کے بھائی ابو احمد نے اس کی وکالت کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زینب کو چار سو درہم مہر دیا۔

پس اس شہادت واقعہ کو ملحوظ رکھ کر آیت (زَوَّجْنٰکَھَا) کے یہ معنی ہوئے کہ ہم (خدا) نے تجھے (اے نبی) اس (زینب) کے نکاح کی اجازت دی تاکہ قبیح رسم متبنٰی کی اصلاح ہو سکے۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت زینب فخر کرتی تھیں کہ میرا نکاح آسمان پر ہوا ہے۔ اس کے معنی بھی یہی ہیں۔ فخر یہ تھا کہ خاص ذکر کر کے نکاح کی اجازت بالفاظ

قرآن کسی دوسری بیوی کو نہیں ہوئی۔ چنانچہ حضور نے زینب کے نکاح کا ولیمہ وغیرہ رسوم نکاح جو ادا کیں ان کا ثبوت کثرت سے روایات میں ملتا ہے۔ پس واقعہ اتنا ہے اس رسم قبیح (متبنّیٰ مثل اولاد ہونے) کو مٹانے کی غرض سے یہ مثال قائم کی گئی۔ چنانچہ خود قرآن مجید میں اس کی حکمت ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے۔

لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا

"(نکاح کی اجازت آپ کو) اس لئے دی گئی ہے کہ مسلمانوں پر ان کے لے پالکوں کی بیویوں سے نکاح میں کوئی رکاوٹ نہ ہو جب وہ لے پالک ان بیویوں سے اپنا تعلق قطع کر لیں۔"

یعنی اگر ایسا اتفاق پیدا ہو جائے تو نکاح حرام نہ جانیں۔ اس حکمت اور مصلحت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان اپنے متبنّیٰ کی بیوی سے (جب وہ طلاق دیدے) نکاح کر سکتا ہے تو کیا وہ مسلمان یہ کہنے کا مجاز ہے کہ اس عورت (لے پالک) کی بیوی سے میرا نکاح آسمان پر ہو چکا ہے (نہیں) ہرگز کوئی مسلمان اس کا حوصلہ نہیں کر سکتا نہ کوئی مفتی اس کا فتویٰ دے سکتا ہے۔ بلکہ یہی فتویٰ ہے کہ بعد انقضائے عدت کے باقاعدہ نکاح کرے۔ ہاں ہم مانتے ہیں کہ بعض تفسیروں میں قصہ یوں آیا ہے کہ۔

"حضور نے زینب کو دیکھا تو اس کے حسن کی وجہ سے پیاری معلوم ہوئی بلکہ آپ کے دل میں گھر کر گئی۔ زینب نے یہ ذکر اپنے خاوند زید سے کیا تو اس نے ناپسند کیا کہ ایسی عورت کو میں اپنی بیوی بناؤں جس سے آنحضرت کو محبت ہو۔"

ہمیں تسلیم ہے کہ یہ روایت بعض تفسیروں میں ہے۔ مگر ساتھ اس کے اس کی تردید بھی ہے چنانچہ تفسیر خازن وغیرہ میں اس روایت کے متعلق یہ الفاظ ہیں۔

هذا اقدام عظيم من قائله وقلة معرفته بحق النبى صلى الله عليه وسلم وبفضله وكيف يقال راٰها فاعجبته وهى بنت عمته ولم يزل يراها منذولدت ولا كان النساء يحتجبن منه

صلے اللہ علیہ وسلم وھو زوجھا لزید فلایشک فی تنزیہ
النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان یامر زیداً بامسا کھا
وھو یحب تطلیقہ ایاھا کما ذکر عن جماعۃ من المفسرین.

(تفسیر خازن مطبوعہ مصر جلد دوم ۲۶۸)

ایسا کہنا (کہ آنحضرت زینب کو دیکھ کر مغلوب محبت ہو گئے) اس قائل کی طرف سے اس کی عدم معرفت کی وجہ سے نبوت پر سخت حملہ ہے۔ کس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ زینب کو دیکھا اور آپ کو پسند آئی حالانکہ وہ حضورؐ کی پھوپھی زاد تھی ہمیشہ حضور اس کو دیکھا کرتے۔ کیونکہ عورتیں پردہ نہیں کرتی تھیں (پردہ کا حکم زینب کے ولیمہ کے بعد نازل ہوا تھا) حضور نے خود اس کا نکاح زید سے کیا تھا۔ پس ایسے بیہودہ الزام سے کہ حضور زید کو زینب کے رکھنے کا حکم کرتے تھے اور دل میں اس کی طلاق چاہتے تھے۔ حضور کی بریت میں شک نہیں ہوسکتا۔ یہ قول بعض مفسرین سے منقول ہے۔"

پنڈت کالی چرن کی دیانت اور امانت:

یہ وہی پنڈت جی ہیں جن کا ذکر شروع سے آرہا ہے کہ انھوں نے بھی حضور علیہ السلام کی زندگی کے حالات میں ایک کتاب بزبان ہندی (ناگری) لکھی ہے جس کا نام ہے "وچتر جیون" آپ نے وہی روش اختیار کی ہے جو عام طور پر آریہ سماجی مصنفوں خصوصاً تردید اسلام میں عیسائیوں کے مقلدوں کی ہے کہ بغیر دیکھے اصل کتاب کے اور بغیر سمجھے اصل مضمون کے اپنے لفظوں میں واقعات بنا کر مخلوق خدا کو دھوکہ دے کر سچے دین اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام سے منحرف کرتے ہیں۔

آریہ سماج کی شکایت:

اور کسی کو اور طرح کی ہوگی۔ ممکن ہے کسی کو شدھی میں ناجائز کارروائی کی ہو۔ یا

کسی کو اعتراضات میں تلخ کلامی کی ہو۔ لیکن ہمیں جو بڑی شکایت ہے وہ ان کی بے انصافی کی ہے جو تعصب پر مبنی ہے۔

خدا گواہ ہے:

میں اپنی ذات سے کہتا ہوں۔ اسلام پر اعتراض سننے سے میں کبھی نہیں گھبراتا نہ ناراض ہوتا ہوں۔ نہ شکایت کرتا ہوں۔ کیونکہ قرآن مجید کو میں ایک بڑی اعلیٰ درجہ کی مناظرہ کی کتاب پاتا ہوں جبکہ وہ بڑی فراخدلی سے مخالفوں کے اعتراض سنتا اور جواب دیتا ہے تو پھر مجھے ان کے اعتراضوں سے کیوں رنج یا ملال ہو مجھے شکایت ہے تو یہ ہے کہ مخالفین اسلام خصوصاً آریہ سماجی بتقلید سوامی دیانند اصلی مفہوم سمجھنے سے پہلے قرآنی اور حدیثی الفاظ میں اپنا مفہوم داخل کر کے اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں۔ گزشتہ واقعات کے علاوہ ناظرین مندرجہ ذیل واقعہ سنیں۔ پنڈت کالیچرن اپنے رسالہ ''وچتر جیون'' میں حضرت ام المومنین زینب کے نکاح کی بابت بحوالہ کتاب ''مدارج النبوۃ'' اور ''روضۃ الاحباب'' لکھتے ہیں۔

''محمد صاحب ایک دن زید کے گھر گئے اور [1] بیٹے (زید) کی بہو کو ایسے کپڑے میں دیکھا کہ اس کا حسن نہ چھپ سکا۔ پیغمبر صاحب کی طبیعت نے جوش کھایا اور مزے میں چلا اٹھے۔ سبحان اللہ مقلب القلوب زینب نے یہ بات سن ان سنی کر دی اور اپنے خاوند کو یہ بات بتائی (اس کے خاوند) زید نے زینب کو طلاق دیدی اور پھر حضرت نے اس سے شادی کر لی۔'' (صفحہ ۱۷۶)

ہم نے ان دونوں حوالوں کی تلاش پنڈت جی کی بتائی ہوئی کتابوں میں کی تو ان میں اس قصہ کا ذکر اس طرح نہیں پایا۔ بلکہ پنڈت جی کی پوری تردید پائی۔ چنانچہ ان

---

[1] کیا ہی اچھا ہوتا کہ بجائے بیٹے کے متبنیٰ یا لے پالک لکھتے مگر ایسا کہنے سے ان کا مقصود حاصل نہ ہوتا اور ناواقفوں کو فریب کیسے دیتے چنانچہ آریہ سماجیوں نے ہندی میں ایک ٹریکٹ شائع کیا جس کا نام ہی انہیں لفظوں میں ہے یعنی ''بیٹے کے بہو سے بیاہ'' کس قدر غلط روی اور دروغ بیانی ہے کہ لے پالکوں کو بیٹا کہا جائے خاص کر اس قوم کے سامنے جو پابندی قانون قدرت اور سائنٹفک تعلیم مذہب ایسا کہنا جائز جانتی ہوں (اف رے ظلم) منہ

کتابوں کی اصل عبارت مع ترجمہ نذر ناظرین ہے۔

پنڈت جی نے دو کتابوں مدارج النبوۃ اور روضۃ الاحباب کا حوالہ دیا ہے ان میں سے پہلی کتاب (مدارج) میں خود روضۃ الاحباب کا حوالہ دیکر اس کی عبارت نقل کردی ہے اس لئے ہم بھی روضۃ الاحباب ہی سے نقل کرتے ہیں۔ مصنف روضۃ مذکور لکھتے ہیں۔

اصل فارسی عبارت:

نقاست کہ آں سرور زینب را برے زید خواستگاری نموہ۔ زینب پنداشت کہ برائے خود میخواہد آں خطبہ را قبول نمود و چوں دانست کہ خواستگاری برائے زید بودہ ابا کر دوسر باز زد۔ چہ زینب صاحب جمال و دختر عمہ آنحضرتؐ و در روے حدت و تندی بود۔ گفت یارسول اللہ من زید رانمی خواہم چرا کہ وے آزاد کردہ ایست و برادر زینب عبداللہ بن جحش دریں ابا باخواہر متفق بود۔

ترجمہ:

روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے زینبؓ کو زید کے لئے نکاح کا پیغام دیا ہے زینب نے سمجھا کہ حضورؐ نے اپنے لیے پیغام دیا ہے' اس لئے اس نے پیغام قبول کرلیا' مگر جب اسے معلوم ہوا کہ زید کے لئے پیغام ہے تو اس نے انکار کردیا' کیونکہ زینب بڑی خوبصورت اور آنحضرتؐ کی پھوپھی زاد تھی اس کی طبیعت میں ذرا تیزی بھی تھی اس لئے اس نے کہا کہ حضورؐ میں آزاد شدہ غلام کے ساتھ نکاح کرنا پسند نہیں کرتی۔ اس انکار میں زینب کا بھائی بھی شریک تھا۔

اصل فارسی عبارت: (و روایتے آنکہ زینب گفت)

یارسول اللہ تحقیق کہ خاطرت میخواہد کہ زید شوہر من باشد فرمود آرے گفت چنیں ست من نافرمانی رسول خدانمی خواہم ایں خطبہ را قبول کردم پس حضرت وے را بزنی بزید داد و باسم مہر دہ دینار درسرخ و شصت درہم و مقنعہ و چادرے و پیراہنے و پنجاہ مدگندم و سی صاع خرما برائے زینب فرستاد و مدت یکسال یا بیشتر زینب با زید بود۔ القصہ بعد از تزویج ایشاں حق تعالیٰ پیغمبر خویش را

اعلام کرد کہ در علم قدیم ما چنیں مقرر شدہ کہ زینب داخل زناں تو گردد۔ بس میان زید و زینب ناسازگاری پیدا شد۔ چنانچہ میان بعض ازواج می باشد تا بجائے کہ زید بہ تنگ آمدہ پزد آں سرور رفت واز زینب شکایت کرد وگفت یا رسول اللہ میخواہم کہ زینب را طلاق دہم کہ با من بسیار تند خوئی می کند و زبانش بر من دراز گشتہ۔ حضرت فرمود زن خود را نگاہدار واز خدا بترس فاما چوں از حق تعالیٰ معلوم کردہ بود کہ زینب داخل زوجات وے خواہد بود خاطر مبارکش میخواست کہ زید وے را طلاق دہد۔ لاکن شرم داشت کہ اورا امر کند بطلاق زینب و نیز ازاں می اندیشید کہ مردم گویند زن پسر خواندہ خود را می خواہد وحال آنکہ در جاہلیت زن کسے را کہ بہ پسرے قبول کردہ بودند حرام می دانستند ہچو زن پسر صلبی خود۔

ترجمہ:

ایک روایت میں ہے کہ زینب نے کہا یہ امر آپ کے من پسند ہے کہ زید میرا خاوند ہو؟ حضور نے فرمایا ہاں۔ زینب نے کہا جب ایسی بات ہے تو میں بھی اللہ کے رسول کی بے فرمانی نہیں کرتی۔ لہذا مجھے بھی یہ پیغام منظور ہے۔ پس حضرت نے انھیں ایک عورت کے ہمراہ زیدؓ کو دے دیا اور مہر کے طور پر دس دینار سرخ اور ساٹھ درہم اور مُقنع اور ایک چادر اور ایک لباس اور پچاس مد بہ گندم اور تیس صاع کھجور زینبؓ کے لئے بھیجیں۔ اور ایک سال یا کچھ زائد مدت تک زینبؓ حضرت زیدؓ کے ساتھ رہیں ...... بعد نکاح کے اللہ تعالیٰ نے حضور کو بذریعہ کشف اطلاع دی کہ ہمارے علم میں یہ بات مقدر ہے کہ زینب آپ کی بیوی ہوگی۔ اس کے بعد واقعی طور پر میاں بیوی (زید اور زینب) میں کچھ سوء مزاجی پیدا ہوگئی یہاں تک کہ زید تنگ آ گیا اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا۔ حضور! میں ارادہ کر چکا ہوں کہ زینب کو طلاق دیدوں۔ کیونکہ وہ میرے ساتھ بہت بدسلوکی اور تند خوئی اور زبان درازی کرتی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ اللہ سے ڈر لیکن چونکہ خدا کے علم میں تھا کہ زینب حضور کی بیویوں میں داخل ہوگی۔ اس لئے حضور کے دل میں آیا کہ زید اس کو طلاق دیدے لیکن اس کو طلاق کا حکم دینے سے شرم آتی تھی کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے لے پالک بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی ہے حالانکہ عرب میں بزمانہ جاہلیت لے پالک کی بیوی کو سگی بہو کی طرح جانتے تھے۔ ایک روایت میں ہے۔

اصل فارسی عبارت:

نقل ست کہ چوں عدت زینب منقضی شد پیغمبر ﷺ زید را گفت بردو زینب را برائے من خواستگاری غاو حکمت در تخصیص زید بآں کار تواند بود کہ مردم گماں نمانبرند کہ آں قصہ بر سبیل قہر واقع شدہ و بے رضائے زید و معلوم شود کہ در دل زید حب زینب باقی نہ بودہ باں معنی خوشنود بود۔

ترجمہ:

''زید کے طلاق دینے کے بعد جب زینب کی عدت پوری ہوگئی تو پیغمبر صاحب نے زید ہی کو زینب کے پاس اپنا پیغام نکاح دے کر بھیجا خاص کر زید کو اس لئے یہ کام سپرد ہوا تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ زینب کو طلاق دینا حضورؐ کے جبر سے نہ ہوا تھا حالانکہ زید راضی نہ تھا اور معلوم ہو جائے کہ زید کے دل میں زینب کی محبت نہ رہی تھی۔ اس وجہ سے وہ یہ کام کرنے پر راضی تھا۔

(غرض اس کے بعد بطریق مندرجہ صفحہ ۶۵ کتاب ہذا نکاح ہو گیا)

نوٹ: اس عبارت میں جو یہ ذکر ہے کہ حضور دل میں چاہتے تھے کہ زید طلاق دے یہ قائل کا اپنا خیال ہے ورنہ دراصل صحیح بات جو قرینہ صحیحہ سے معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ حضور کے دل میں یہ تھا کہ میرے ہی زور دینے سے زینب نے زید سے نکاح کرنا منظور کیا تھا۔ اب زید کے طلاق دینے سے جو تکلیف زینب کو ہوگی اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوگی اس لئے اگر زید طلاق دینے سے باز نہ آیا تو اس کی تلافی میں یوں کروں گا کہ زینب کے ساتھ خود نکاح کرلوں گا۔ لیکن ایسا کرنے سے ملکی رسم مانع تھی۔ قرآن مجید کی آیت وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ یہی مضمون بتا رہی ہے جو ہم نے بتایا ہے۔

سماجی مترو!

عبارت مرقومہ کو غور سے پڑھو اور بتاؤ کہ پنڈت کالی چرن نے جو دعویٰ کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے زینب کو باریک لباس میں دیکھا جس سے دل قابو میں نہ رہا اور زینب

نے زید سے یہ واقعہ ذکر کیا وغیرہ وغیرہ اس دعوے کا ثبوت اس عبارت منقول میں ہے؟ اگر ہے تو ہمیں اطلاع دو نہیں تو پنڈت جی سے پوچھو کہ آریہ دھرم کے مطابق جھوٹ بولنے اور لکھنے والا کس جون میں جائے گا؟

ہاں تم سماجی متروں سے ہم صرف یہ نویدن (عرض کرتے ہیں کہ اپنے چوتھے[1] اصول کو یاد کر کے اس پر عمل کرو ورنہ عالم الغیب خدا (انتریامی پرماتما) کے سامنے جوابدہی کے لئے تیار ہو جاؤ۔

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

تحقیقی بات:

یہ ہے کہ زینب کو دیکھنے یا اس کی محبت دل میں رکھنے اور چھپانے کا قصہ نہ تو حضور نے بتایا ہے، نہ کسی صحابی سے روایت آئی ہے حالانکہ یہی وہ دو ذریعے حقیقت حال معلوم کرنے کے تھے۔ یہ روایت پچھلے لوگوں میں سے دو شخصوں سے آئی ہے جن کے نام ہیں محمد بن یحیٰی بن حبان اور دونوں نچلے طبقے کے ہیں جن کو اصول حال کا علم نہیں محض اپنے دل سے ایسی بات کہدی جو خود نبی سے یا کسی صحابی سے انہوں نے نہیں سنی تھی۔ لہٰذا بطریق اصول محدثین یہ بات سند نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے علماء محققین نے اس کی تردید بڑی شرح وبسط سے لکھی ہے جو تفسیر خازن سے اوپر نقل ہوئی ہے۔

مختصر:

یہ ہے کہ متبنیٰ کی رسم جس سے اہل عرب اور اہل ہند اصلی معنی میں لے پالک کو بیٹا جانتے تھے قانون قدرت کے صریح خلاف ہے اس لئے دنیا کے "مصلح اعظم ﷺ" سے خدا نے اس کی اصلاح کرائی۔ مگر جو لوگ اس رسم سے بھی زیادہ ناپسندیدہ رسوم کے

---

[1] آریوں کا چوتھا اصول ہے کہ سچ کو ماننے اور جھوٹ کو چھوڑنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیے (ہاتھی دانت)

قائل بلکہ پابند ہیں ان کے خلاف طبع ہوئی۔

اس رسم سے بدترین رسم وہ ہے جس کا نام نیوگ ہے۔ جس کی صورتیں دو ہیں۔

(۱) کوئی مرد اپنے میں قوت مردانگی نہ پائے تو اپنی استری (بیوی) کو اجازت دے کہ تو کسی اور سے بچہ پیدا کر۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی مرد لاولد مرجائے تو اس کی بیوہ عورت کسی جوان سے نیوگ کرکے اولاد کرلے۔ اس اولاد کی بابت آریوں کے گرو سوامی دیانند لکھتے ہیں۔

> ''لڑکے دیرج داتا (نطفہ والے باپ) کے نہ بیٹے کہلاتے ہیں نہ اس کا گوتر ہوتا ہے اور نہ اس کا اختیار ان لڑکوں پر رہتا ہے۔ بلکہ وے متوفی خاوند (جس سے ان کو نطفہ کا تعلق نہیں اس) کے بیٹے کہلاتے ہیں اسی کا گوتر رہتا ہے اور اسی کی جائیداد کے وارث ہوکر اسی کے گھر میں رہتے ہیں۔'' (ستیارتھ پرکاش باب ۴ صفحہ ۱۱۱)
>
> ماشاء اللہ کیا ہی نیچرل تعلیم ہے بیج کسی کا اور پھل کسی کو۔

سماجیو!

نیم و دھرم سے کہنا۔ یہی تعلیم ہے جس کی بابت تم کہا کرتے ہو کہ جہاں سائنس جائے گا ویدک جھنڈا وہاں پہلے لہرائے گا؟

چونکہ آریہ سماجی اس قسم کی ناپسندیدہ رسوم کے پابند ہیں اس لئے ان کو یہ سخت ناگوار ہوا کہ رسم متبنّیٰ کی مخالفت کیوں کی گئی۔ چنانچہ رنگیلے مہاشہ نے نکاح زینب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ قابل دید و شنید ہے۔ ناظرین ہماری مرقومہ بالا تقریر کو ملحوظ رکھ کر رنگیلے مہاشہ کی سنئے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

''ایک دن محمد زید کی عدم موجودگی میں اس کے گھر جا نکلا۔ چلمن کے پیچھے زینب بیٹھی تھی۔ اس نے رسول کی آواز سنی تو جلدی سے اسے اندر لانے کا اہتمام کرنے لگی۔ محمد کی نگاہ اس کے حسن بے حجاب پر پڑی۔ دل پر بجلی سی گری منہ سے نکلا۔ سبحان اللہ! تو کیسی

خوبصورتی کی صنعت کرتا ہے۔ زینب نے یہ الفاظ سن لئے اور دل ہی دل میں پیغمبر کے دل پر قابو پا جانے کی خوشیاں منانے لگی۔ زید سے شاید اس کی نہ بنتی تھی لاکھ محمد کا متبنٰے ہو۔ آخر غلام تھا اور یہ خالص قریش۔ زید آیا تو اس سے زینب نے اس ماجرے کا ذکر کیا۔ محمد سے عقیدت سمجھو یا شاید اس کا دل پہلے سے ہی زینب سے کھٹا ہو۔ دوڑا دوڑا محمد کے پاس گیا اور اپنی بیوی کو جس پر اب محمد کا دل آچکا تھا۔ طلاق دینے کی آمادگی ظاہر کی۔ محمد نے روکا اور کہا آپس میں خوشی خوشی گزارہ کرو۔ لیکن زید کو اس بیوی کا خاوند رہنے سے حاصل؟ جو دل دوسرے کو دے چکی ہے؟ اس نے زینب کو طلاق دے ہی دیا۔ اب زینب محمد کے گرد ہوئی کہ مجھے اپنی خدمت گاروں میں لیجئے۔ محمد کو پس وپیش کہ خواہ مخواہ بدنامی ہوگی۔ آخر وحی نے مشکل حل کردی اور سورۃ اتری۔ ''خدا نے انسانوں کو دو دل نہیں دیئے .... نہ تمہارے گود لئے بیٹے اپنے بنادیئے ہیں۔ جو تم کہتے ہو۔ یہ تمہارے منہ سے نکلتا ہے مگر اللہ حقیقت سے واقف ہے وہ راہ راست دکھاتا ہے تمہارے متبنوں کو چاہیے کہ وہ اپنے باپ کے نام سے مشہور ہوں اور جب تو نے ایک ایسے بندے سے جس پر اللہ کا بھی فضل ہے اور تیرا بھی فضل ہے۔ کہا کہ تو اپنی بیوی اپنے پاس رکھ اور اللہ کا خوف کر اور تو نے اپنی چھاتی میں چھپایا۔ جو اللہ کی مرضی تھی کہ ظاہر ہو اور تو انسان سے ڈرا حالانکہ اللہ زیادہ قابل ہے ڈرنے کے۔ اور جب زید نے طلاق کی رسم پوری کردی۔ ہم نے تجھے اس سے بیاہ دیا تاکہ مومنوں کو اس کے اپنے متبنوں کی بیویوں سے شادی کرنا برا نہ ہو، بشرطیکہ ان کی طلاق کی رسم پوری ہو چکی ہو۔ اور اللہ کا حکم ضرور پورا ہوگا، محمد تم میں سے کسی کا باپ نہیں۔ وہ اللہ کا رسول ہے اور خاتم المرسلین ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔'' (سورہ احزاب رکوع ۵)

یہ الفاظ ہم نے اس لئے نقل کئے کہ محمد کے دل کی حالت کا پتہ ناظر کو لگ سکے۔ زینب کی زیارت کے بعد محمد نے جھوٹ موٹ کا تامل ظاہر کیا ورنہ دل میں عشق کی آگ اپنا اثر کر چکی تھی اور دم بدم بھڑک رہی تھی۔ وحی ہوتی گئی اور محمد نے فوراً زینب کے پاس پیغام بھیجا کہ پرماتما نے تجھے مجھ سے ملا دیا پھر تو نکاح کی بھی ضرورت [1] نہ رہی۔ جہاں

---

[1] محض جھوٹ (مصنف)

اللہ میاں علاوہ ازیں وہاں قاضیوں اور نکاح خوانوں کا بیچ میں پڑنا اس پاک عقد کا مخول نہیں تو اور کیا ہے؟ عوام کی تشفی کرنا لازم تھا سو کہہ دیا۔ اللہ نے نکاح پڑھا ہے اور جبرائیل گواہ[1] ہیں اور ان دو شرطوں کے علاوہ نکاح کی اور شرط بھی کیا ہے؟

''رنگیلے رسول کا یہ رنگ نہایت عجیب ہے۔ بیٹا بیٹا نہ رہا بہو بہو نہ رہی۔'' (صفحہ ۳۱ تا ۳۴)

جواب:

مخالف کی اس ساری تقریر کا جواب ہم پہلے ہی دے چکے ہیں ناظرین بغور دیکھیں اور اس کا اپنا اعتراف دوبارہ پڑھیں جو یہ ہے۔

''آریہ شاستروں میں خانہ داری کی معیاد پچیس برس مقرر ہے۔ یہ میعاد محمد نے نہایت پاکیزگی سے بسر کی اس لئے ہم اسے آریہ خانہ دار کہہ سکتے ہیں۔'' (صفحہ ۱۵)

سماجیو سنو!

انصاف کرو جو شخص پچاس برس کی عمر تک ایسا پاکیزہ اخلاق رہا ہو جس کی پاکیزگی پر تم بھی فخر کرو تو وہی (تمہارا آریہ خانہ دار) ۵۰ پچاس سے اوپر (۵۸) برسوں کی عمر کو پہنچے تو نفسانی جذبات سے مقہور ہو جائے؟ ''ایں چہ بوالعجبی ست''

اصل بات:

وہی ہے جو ہم نے بتائی ہے کہ ملک میں ایک قبیح رسم خلاف منشاء قانون قدرت جاری تھی۔ یعنی دوسرے کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنانے اور کہنے کی اس رسم بد کی اصلاح کے لئے خدا نے اپنے نبی کو نمونہ بنایا۔ چونکہ آریوں میں بھی وہی بلکہ اس سے بھی قبیح تر رسم رائج ہے اس لئے وہ اس نکاح پر معترض ہوتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی شان میں طرح طرح کی گستاخی کے الفاظ زبان اور قلم سے نکالتے ہیں حالانکہ بات اصل یہ ہے کہ

[1] نکاح کا پیغام دیا اور باقاعدہ نکاح ہوا دیکھو صفحہ ۶۲ کتاب حذا محض جھوٹ کہتے ہو (مصنف)

انہوں نے خود غرض شکلیں کبھی دیکھیں نہیں شاید
وہ جب آئینہ دیکھیں گے تو ہم ان کو بتادیں گے

تنقیح طلب امر:

حضرت زینب کے نکاح میں بحث طلب امر صرف ایک ہے وہ یہ کہ منہ بولا بیٹا قدرتی بیٹا ہو سکتا ہے؟ اہل اسلام اس کے منکر ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ بیٹے باپ کا تعلق قدرتی ہے۔ اسی لئے بچہ باپ کا بیٹا تو کہلاتا ہے مگر چچا کا بیٹا نہیں کہلاتا۔ نہ بیٹے کی طرح چچا کا وارث ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے آریہ اور دیگر مخالفین اسلام خلاف قانون قدرت اس کو بیٹے کی طرح جانتے ہیں۔ دل میں نہیں تو اسلام کے مقابلہ میں محض اظہار مخالفت کرنے کو ایسا کرتے ہیں۔ اس لئے اہل انصاف کے سامنے ہم اس تنقیح کو پیش کر کے دریافت کرتے ہیں کہ کہیں ایسا ہوا ہے کہ مصنوعی گلاب قدرتی گلاب کی طرح فرحت بخش ہو سکے؟ اگر نہیں تو رنگیلے مہاشہ کا یہ کہنا کیسا دھوکا بلکہ فریب ہے کہ بیٹا بیٹا نہ رہا، بہو بہو نہ رہی۔''

ہاں یوں کہنا چاہیے تھا کہ قدرتی اور بناوٹی بیٹے اور اصلی اور نقلی بہو میں فرق ہو گیا کیا سچ ہے

بس ہو رہے گا عشق و ہوس میں بھی امتیاز
آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر

بہتان نئے رنگ میں

(حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا)

رنگیلے مہاشہ:

کی پختہ عادت ہے کہ اپنے خیالات کو واقعات کی شکل میں پیش کرتا ہے جو ایک دیانتدار مصنف سے بہت دور ہے۔ ہم نے اس کے رسالہ میں کئی ایک جگہ ایسا دیکھا چنانچہ مندرجہ ذیل الفاظ اس کے اسی قسم کے ہیں۔ لکھتا ہے۔

"ہجرت کے بعد محمد کو یہودیوں سے طرح طرح کی امیدیں تھیں۔اس نے ان سے دوستی کا رشتہ گانٹھا۔ان کے مذہب کی تعریف کی اور اپنے مذہب کی تعریف کی۔اور اپنے مذہب کی حقانیت کا سرٹیفکیٹ بھی انہیں سے حاصل کیا۔بعد میں جب اس کے پیروؤں کی تعداد بڑھ گئی تو وہی یہود محمد کے لئے بدظنی کا باعث ہوئے۔خار بن کر اس کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے۔ایک دن آیا جب ان کا محاصرہ کیا گیا اور جب وہ معافی کے طلب گار ہوئے تو فیصلہ ہوا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔سینکڑوں یہودی آن کی آن میں تلوار کی گھاٹ اتر گئے۔ایک عورت کو بھی اس کی اپنی استدعا پر قتل کیا گیا۔" (صفحہ ۳۷)

ناظرین! اتنے بڑے دل آزار اور ہتک آمیز دل شکن دعوے کا حوالہ کسی معتبر اسلامی تاریخ سے نہیں رہا۔اس لئے اس کا اصل جواب تو وہی تھا جو ان کے گرو سوامی[1] دیانند اور ایشیا کے استادالاخلاق شیخ سعدی مرحوم نے سکھایا ہے کہ

جواب جاہلاں باشد خموشی

لیکن ہم اسی جواب پر کفایت نہیں کرتے بلکہ اس کو کھول کر بتاتے ہیں۔

پیغمبر اسلام علیہ السلام نے یہودیوں کے مذہب کی کبھی تعریف نہیں کی۔نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ ان سے کوئی خیر کی امید رکھی بلکہ قران مجید میں صاف صاف اعلان ہے کہ یہودی مسلمانوں کے سخت ترین دشمن ہیں۔غور سے پڑھئے۔

وَلَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا (پ ۲)

ترجمہ:تم یہود اور مشرکین کو مسلمانوں کے حق میں سخت ترین دشمن پاؤ گے۔

یہ ہے مہاشہ کی پہلی کذب بیانی

ہاں آریوں کے گرو:

سوامی دیانند نے ایسا کام کیا تھا کہ پہلے پہل ستیارتھ پرکاش میں ہندوؤں کو گانٹھنے کے لئے ان کی رسم شرادھ وغیرہ کو جائز بتایا ملاحظہ ہو ستیارتھ پرکاش مطبوعہ ۱۸۷۵ء

[1] ستیارتھ پرکاش باب ۱۰ نمبر ۳ ضمن ۷۔

اس کے بعد جب آریوں کی تعداد کچھ نظر آنے لگی تو اس رسم کی سخت ترین تردید کر دی۔ غالباً مہاشہ کو شیشہ میں اپنا چہرہ نظر آیا ہوگا۔

محاصرہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضورؐ جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو یہودان مدینہ سے باہمی امداد کا معاہدہ ہوا تھا۔ ہجرت کے چوتھے سال مشہور جنگ خندق کے موقع پر مشرکین مکہ نے جب مسلمانوں پر چڑھائی کی تو مدینہ کے یہودیوں کی دونوں قومیں بدعہدی کر کے ان سے مل گئیں چنانچہ اس کے متعلق مورخ ابن خلدون کے الفاظ یہ ہیں۔

کان بنو قریظة معاهدین رسول الله صلے الله علیه وسلم فاتاهم حی فاغراهم فنقضوا العهد مالوا مع الاحزاب (بقیه جزو ثانی صفحه ۲۹)

"یہودی بنی قریظہ آنحضرتؐ کے ہم عہد تھے ان کے پاس ایک قبیلہ آیا اس نے ان کو بہکایا تو انہوں نے وعدہ توڑ دیا۔ اور مخالفوں کی جماعت میں مل گئے۔

مورخ ابوالفدا کے الفاظ یہ ہیں"۔

کان بنو قریظة قد عاهدوا النبی صلے الله علیه وسلم فمازال علیهم اصحابهم من الیهود حتی نقضوا العهد وصاروا مع الاحزاب (ص ۱۳۵)

"(قبیلہ بنو قریظہ یہود) نے حضورؐ کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا۔ پھر انھوں نے وعدہ خلافی کی اور (جنگ احزاب میں) مخالف جماعتوں کے ساتھ مل گئے۔

اس غدر اور بدعہدی اور مخالفانہ جنگ کی سزا میں حضورؐ نے ان بدعہدوں کا محاصرہ کیا اور خود ان کی درخواست سے سعد بن معاذ حکم مقرر ہوئے جنھوں نے فیصلہ دیا کہ ان بدعہدوں میں جولڑنے کے قابل ہیں وہ قتل کیے جاویں اور زن و بچوں کو لونڈی غلام بنایا جائے۔ جس عورت کے قتل کا ذکر مہاشہ نے کیا ہے۔ اس کا نام بنانہ تھا جرم اس کا تھا کہ اس نے خلاد بن سوید صحابی پر مکان پر سے چکی کا پاٹ (پتھر) دے مارا تھا جس سے وہ مر گیا تھا (ابن خلدون تتمہ جزو ثانی صفحہ ۳۲ اس کی خواہش پر اس کو قتل نہیں کیا بلکہ خون کے بدلہ میں قتل ہوئی۔ ہاں ریحانہ رضی اللہ

عنہا کی بابت مہاشہ کو بہت رحم آیا ہے۔ مگر افسوس کہ اس کی اصلیت بھی چھپا کر۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ایک معزز خاندان کی لڑکی تھی۔ حضورؐ کے حصہ خاص میں لونڈی ہوکر آئی تھی۔ حضورؐ نے اس کی عزت افزائی کرنے کو فرمایا میں تجھے آزاد کرکے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا میں حضورؐ کی لونڈی رہنا پسند کرتی ہوں چنانچہ وہ لونڈی ہی رہی تاریخ ابن اثیر کامل جلد ۲ صفحہ ۸۹۔

ناظرین!۔ یہ ہے وہ واقعہ جو مخالف نے بالکل الٹ پلٹ کر اپنے مطلب کا بنا کر پیش کیا تاکہ سوامی دیانند کے قول کی تصدیق ہوکہ

مذہب کے تعصب میں پھنسے ہوئے عقل کو دائل کرنے والے متکلم کے خلاف منشاء کلام کے معنی کیا کرتے ہیں (دیباچہ ستیارتھ پرکاش ص ۷)

ہاں یہ خوب کہا کہ یہودیوں سے سرٹیفکیٹ لیا۔ مہربانی کرکے اس سرٹیفکیٹ کی عبارت تو نقل کی ہوتی۔

سامیو! جھوٹ بولنا' جھوٹ پھیلا کر ملک میں فساد مچانا کہو جی کون دھرم ہے؟

آگے چلئے:

مہاشہ جی لکھتے ہیں۔

؟ بنی مصطلق کی مہم میں دیگر مال واسباب کے ساتھ جویریہ نامی ایک یہودی عورت ہاتھ آئی اس کی قیمت اس کے فاتحوں نے زیادہ لگائی اور محمد کے پاس فریادن گئی۔ محمد نے قیمت گھٹانے کی بجائے وہ پہلی قیمت خود ادا کردی اور اسے اپنی زوجیت میں قبول فرمالیا۔ (صفحہ ۳۸)

اس واقعہ کی اصلیت بھی مہاشہ نے مخفی رکھی یا اسے خود خبر نہیں۔ اصل یہ ہے کہ آج کل کے جتنے مہاشے مصنف اسلام کے برخلاف لکھتے ہیں ان کا مبلغ علم پنڈت لیکھرام اور عیسائی پادریوں کی تصنیفات تواریخ محمدی۔ تکذیب براہین احمدیہ وغیرہ ہیں۔ اسی لئے یہ بیچارے خود بھی گمراہ ہوئے ہیں اور اپنی قوم اور ناظرین کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

ضلوا واضلوا کثیرا

اگر اس واقعہ کی تفصیل کا ان کو علم ہوتا ساتھ ہی اس کے انصاف بھی ہوتا تو حضور

علیہ السلام کی غریب پروری کی داد دیجئے اللھم صلی علی محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

سنئے:

اصل قصہ تو یوں ہے کہ بنی مصطلق کی لڑائی میں جویریہ قید ہو کر آئی جو ثابت بن قیس کے حصے میں آئی اس نے اس سے کتابت[1] کی۔ کتابت کی رقم ادا کرنے میں امداد مانگنے کو حضرت کی خدمت میں آئی چونکہ وہ فریق مخالف کے سپہ سالار کی بیٹی تھی۔ اس لئے حضور نے فرمایا کتابت میں مدد دینے سے بھی اچھی بات تم کو بتا دوں؟ اس نے عرض کیا ضرور! ارشاد فرمایا میں تجھ سے نکاح کر لوں؟ اس نے بڑی خوشی سے ہاں کر لی۔ حضور نے جب اس سے نکاح کیا تو مسلمان فوج میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ فوج نے کہا ہیں؟ بنی مصطلق سے حضور نے سسرال کا رشتہ کر لیا تو ہم ان کے قیدیوں کو لونڈی غلام بنا کر رکھیں؟ چنانچہ نکاح نبوی کا اثر جو ہوا وہ مورخ ابوالفداء کے لفظوں میں درج ہے۔

فادی عنھا رسول اللہ کتابتھا وتزوجھا فقال الناس اصھار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاعتق بتزوجہ ایاھا مائۃ اھل بیت من بنی المصطلق فکانت عظیمۃ البرکۃ علی قومھا۔

(ابوالفداء جلد اول صفحہ ۱۳۷۔ ابن خلدون جلد اول صفحہ ۲۳ ابن اثیر صفحہ ۹۱۔ ۹۲)

یعنی حضور علیہ السلام نے جویریہ کی طرف سے اس کی رقم کتابت ادا کی اور اس سے نکاح کر لیا۔ صحابہ نے کہا اب تو یہ لوگ حضور کے سسرال بن گئے پس حضور کے اس نکاح کرنے سے بنی مصطلق کے ایک سو گھرانے جو مسلمانوں کے غلام بن چکے تھے آزاد ہو گئے پس یہ عورت جویریہ اپنی قوم کے حق میں بڑی برکت والی ثابت ہوئی۔

ناظرین:

کیا یہ قصہ حضور کی کمال مہربانی کا ثبوت ہے یا بے مروتی کا۔ آہ! شیخ سعدی مرحوم نے سچ کہا ہے۔

گل است سعدی ودرچشم دشمناں خاراست

---

[1] مالک غلام یا لونڈی سے اقرار کرے کہ تو اتنی رقم ادا کر دے تو میں تجھ کو آزاد کر دوں گا اس کو اسلامی اصطلاح میں کتابت کہتے ہیں۔ ۱۲

حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنھا

مہاشہ مخالف نے حضرت صفیہ کی بابت لکھا ہے:

''خیبر بھی یہودیوں کی ایک بستی تھی اس پر محمد نے چھاپہ مارا اور فتح کر لیا اس بستی کا سردار کنعان مارا گیا۔ اور اس کی بیوی ہاتھ آئی۔ محمد نے اس سے بھی نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ وہ راضی ہوگئی اب مدینے واپس جانے تک کی تاب کسے؟ مٹی کے ڈھیر لگا لگا کر دستر خوان بنائے گئے اور ان پر کھجوروں، مکھن اور دہی کی دعوت کی گئی۔ نئی دلہن کو سنوارا گیا اور محمد اسے خلوت میں لے گئے۔ عقیدتمندوں نے احتیاطاً رسول کے خیمہ کا پہرہ دیا کہ کہیں بے دین عورت اپنے خاوند کے قتل کا بدلہ نہ چکائے۔ مگر یہ احتیاط غیر ضروری ثابت ہوئی۔'' (صفحہ ۳۸)

اپنی معمولی عادت سے مہاشہ نے اصل واقعہ کو چھپا کر بلکہ توڑ مروڑ کر ظاہر کیا ہے کمال جرأت یہ ہے کہ حسب عادت حوالہ کسی کتاب کا نہیں دیا۔ ہم اصلیت بتاتے ہیں اور معتبر مورخ ''ابن خلدون'' کے الفاظ سامنے رکھتے ہیں

اصل قصہ یہ ہے کہ خیبر کی جنگ میں ان کے سردار کنانہ کی بیوی صفیہ لونڈی ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئیں جو تقسیم میں ایک صحابی کے ہاتھ پہنچیں۔ رپورٹ ہوئی کہ حضور وہ بڑے سردار کی بیوی ہے۔ حضور نے اس سے اسے خرید کر آزاد فرمایا جب اس کی عدت پوری ہوگئی تو اس کی مرضی سے اس کی عزت افزائی کرنے کو آپ نے نکاح کر لیا۔ مورخ ابن خلدون کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں۔

واصبت منهم سبايا كانت منهن عروسا عند كنانة بن الربيع بن ابى الحقيق فوهبها عليه السلام لدحية ثم ابتاعها منه بسبعة اروس و وضعها عند ام سلمة حتى اعتدت واسلمت ثم اعتقها و تزوجها. صفحہ ۳۹ تتمہ جزو ثانی

بہت سے قیدی آئے ان میں صفیہ تھی جو کنانہ کی بیوی تھی۔ پس وہ حضور نے دحیہ صحابی کو بخش دی۔ پھر اس کو اس سے خرید لیا اور اس کو بیوی ام سلمہ کے پاس رکھا یہاں تک کہ اس کی عدت پوری ہوگئی۔ پھر حضور نے اسے آزاد فرمایا اور نکاح کیا۔''

اللہ رے:

کس قدر عزت افزائی ہے ایک عورت کی جو حسب قانون جنگ لونڈی بن کر معمولی سپاہی کے حصے میں آئے اور بحکم ہندو دھرم شاستر[1] اس سپاہی کے پاس رہنے میں مجبور ہو۔ اس کو بادشاہ وقت بلکہ سردار دو جہاں از راہ مہربانی آزاد کر کے اپنے نکاح میں لائے۔ مگر دشمن بات کرے ان ہونی'' ان کو کون سمجھائے جن کو خدا کا خوف نہ ہو۔ عقیدت مندوں کے پہرہ دینے اور خاوند کے قتل کا بدلہ لینے اور پیشانی پر زخم وغیرہ کا ثبوت مخالف کے ذمہ ہے۔ جس کی بابت امید نہیں کہ وہ اس فرض سے سبکدوش ہو سکے۔

حضرت ام المومنین ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا)

اس ضمن رنگیلے مہاشہ نے چلتے چلتے ام حبیبہ کے نکاح کا بھی ذکر کیا مگر حسب عادت اخفا سے کام لیا ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

''خیبر سے مدینہ واپس آئے۔ پھر محمد نے ابوسفیان کی لڑکی ام حبیبہ کو شرف زوجیت بخشا۔ اس نکاح کی پخت و پز حبش میں خود شاہ حبش کی طرف سے ہوئی تھی۔'' (صفحہ ۳۵)

جواب:

اس نکاح کی حکمت تو خود لڑکی کے والد کے لفظوں میں ملتی ہے۔ مہاشہ کی جانے بلا اسے تو اعتراض کرنے سے مطلب ہے۔

سنئے!

مخالفین کفار عرب میں ابوسفیان ایک بڑا سردار تھا۔ وہی جنگ خندق میں سردار فوج بن کر آیا تھا۔ یہ ام حبیبہ اس کی لڑکی تھی جو اپنے خاوند کے ساتھ ملک حبشہ میں گئی تھی خاوند اس کا وہاں مر گیا۔ وہاں کے بادشاہ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ اس نکاح کی خبر سن کر ابوسفیان کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

---

[1] منوسمرتی۔ باب ۷ فقرہ نمبر ۹۶۔

ذلک الفحل لا یقدع انفه.

"اس بہادر (نبی) کو کہیں بھی ناکامی نصیب نہیں ہوتی" (تاریخ کامل ابن اثیر مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۶۔۱)

ابو سفیان کا یہ ایک فقرہ حضور کی آئندہ سیاسی اور مذہبی کامیابیوں کے لئے پیشگوئی تھی جو بالکل پوری ہوئی۔ فلہ الحمد

حضرت ام المومنین میمونہ (رضی اللہ عنہا)

رنگیلے مہاشہ نے چلتے چلتے حضرت میمونہ کے نکاح کا ذکر بھی کیا ہے۔ جس میں کوئی خاص بات قابل اعتراض نہیں بتائی۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"میمونہ نام سے اس کے چچا عباس کی بیوہ بہو موجود تھی۔ اس کی عمر ۲۶ سال کی تھی اور وہ رشتہ میں بھی محمد کے نزدیک کی تھی۔ اس لئے اپنے چچا کے کہنے سننے پر محمد نے اسے اپنے حرم میں لے لیا۔ مدینہ کی مسجد میں[1] جہاں پہلے نو حجرے تھے اب دسواں تیار ہوا" (صفحہ ۴۰)

ہاں معلوم ہوتا ہے:

کہ مہاشہ کے ذہن میں مسئلہ تعدد ازواج کا عدم جواز بیٹھا ہوا ہے۔ اس لئے ساری کارروائی اس پر متفرع کئے جاتا ہے۔ لہذا ہم بھی اس مسئلہ کا اخیر میں ذکر کریں گے۔ انشاءاللہ۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا

ماریہ حضور علیہ السلام کی لونڈی (باندی) تھی بیویوں کے علاوہ باندیاں رکھنے پر مہاشہ کو اعتراض ہے۔ چنانچہ اس کے چھپتے ہوئے الفاظ یہ ہیں

"ماریہ کے متعلق محمد پر ایک تہمت لگائی جاتی ہے۔ لونڈیاں رکھنا قرآن کریم کی رو سے جائز ہے۔ محمد کے گھر میں لونڈیاں تھیں۔ ان پر نہ محمد کی بیویوں نے اعتراض کیا نہ محمد کے پیرووں نے" (صفحہ ۴۱)

جواب:

بیشک آپ نے سچ کہا قرآن کی رو سے جائز اس زمانہ کے قانون ملکی کے رو سے

[1] مسجد میں نہ تھے بلکہ مسجد کے اردگرد تھے۔ مصنف۔

جائز۔ ہاں ایک لفظ آپ چھوڑ گئے وہ یہ کہ دھرم شاستر کی رو سے بھی جائز ہے۔ اعتبار نہ ہوتو سنو۔ ویدوں کے استاد اول ویدک دھرم کے مسلمہ رشی منوجی فرماتے ہیں۔

''رتھ' گھوڑا' چار پایہ عورت وغیرہ ان سب کو جو فتح کرے وہی اس کا مالک ہوتا ہے۔'' (باب ۷۔ فقرہ ۹۶)

غلاموں کو یہاں تک بے حس کیا گیا ہے کہ ان کی کمائی پر بھی ان کو اختیار نہیں سنو! ''اپنی عورت کے لڑکے و غلام یہ سب جس دولت کو جمع کریں وہ سب دولت ان کے مالک کی ہے۔ یہ اس کے حقدار مالک کی زندگی میں نہیں''

اور سنو!

''راجہ برہمن ۔ غلام اور شودر سے دولت لے لیوے اس میں کچھ بچار کرے کیوں کہ وہ دولت کچھ اس کی ملکیت نہیں۔ وہ بے زر ہے۔''

(منوسمرتی باب ۸ فقرہ نمبر ۴۱۶۔۴۱۷)

پس جو کام قرآن کی رو سے جو کام دھرم شاستر کی رو سے جائز ہو اس پر اعتراض کرنا ناستک (دہریہ) کا کام ہے۔ کسی آستک کا نہیں

مہاشہ کی ناواقفی:

ہم تو ابتدا سے کہتے آئے ہیں کہ رنگیلا رسالہ کی مصنف پارٹی اسلامی تاریخ سے براہ راست واقف نہیں۔ ان کے معلومات مخالفان اسلام کی کتابیں تواریخ محمدی۔ تکذیب براہین تاریخ ولیم میور وغیرہ ہے وہ بھی ناقص۔ اس کا ثبوت خود انہی کے قلم سے یہاں ہم دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

''ایک دفعہ کہیں سے تین لونڈیاں آئیں تو محمد نے وہ ایک ایک کر کے خسروں ابو بکر اور عثمان اور اپنے علی داماد کو بطور پیش کش عطا کیں۔

آج دنیا اسے شرمناک ڈھٹائی کہے گی کہ اپنے داماد اور خسروں کے ساتھ یہ یاران مجلس کا سا سلوک۔'' (صفحہ ۴۱)

اس صفحہ پر اور اس کے علاوہ صفحہ ۴۴ پر بھی حضرت عثمان کو حضور کے خسروں میں

شمار کیا ہے حالانکہ تاریخ اسلام میں حضرت عثمان حضور کے داماد تو ہیں خسر نہیں۔

سماجیو!

انصاف سے کہنا اپنے چوتھے اصول کو سامنے رکھ کر کہنا اس دعوے کے ثبوت میں (کہ حضور نے ابوبکر اور عثمان کو لونڈیاں دیں) تمہارے رنگیلے مہاشہ نے کوئی حوالہ دیا؟

بتاؤ!

اگر تم کسی مجلس کی گفتگو میں یہ پیش کرو اور مسلمان تم سے ثبوت مانگیں اور تم نہ دکھا سکو تو تمہیں کتنی ندامت ہوگی۔

کوئی شخص بغرض حصول اولاد بحکم سوامی جی اپنی استری کا کسی جوان آدمی سے نیوگ کرائے وہ بیچاری حسب تعلیم سوامی جی سال دو سال تک اس جوان کی خدمت میں رہے مگر پرماتما کے حکم سے اولاد نہ ہو تو وہ بے چارہ اور بیچاری کس قدر شرمندہ ہونگے۔

سچ کہنا:

تم مخالف کے سامنے حوالہ پیش نہ کر سکنے پر اس سے زیادہ شرمندہ ہوگے یا نہیں؟ پھر کیوں ایسے مصنفوں کو تم لوگ مجبور نہیں کرتے کہ ہر دعوے کا ثبوت دیا کریں کیا تم لوگوں نے استاد الاخلاق شیخ سعدی کا قول نہیں سنا

نہ گفتہ ندارد کسے با تو کار ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

لو ہم مانے لیتے ہیں کہ حضور نے اپنے خسروں کو لونڈیاں دیں تو کیا جرم کیا۔ تم سمجھتے ہو کہ لونڈیوں سے صرف بیوی کا کام لیا جاتا ہے۔ حالانکہ لونڈی گھر کی خادمہ بھی ہوتی ہے۔

اچھا سنو!

منوجی نے جو کہا کہ لوٹ میں عورت کو جو لوٹے راجہ اسی کو دیدے۔ بھلا لوٹنے والا کوئی راجہ کا خسر ہو یا داماد بلکہ باپ بھی ہو تو اسے بھی وہ عورت دیدے؟ ہے رام! اتنا پاپ

آریہ سجنو!

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

رنگیلے مصنف کا نیا رنگ

قصہ تحریم

آگے چلئے:

رنگیلے مہاشہ نے نیا رنگ نکالا ہے۔ لکھتا ہے۔

''حدیثوں کی روایت یہ ہے کہ ایک دن جب حفصہ کی باری تھی۔ حفصہ محمد سے چھٹی لے کر میکے چلی گئی اور اس کے گھر کو محمد نے ماریہ سے بسا لیا اتنے میں حفصہ آ گئی وہ یہ دیکھ کر جل بھن گئی کہ اس کی آرامگاہ آج ایک غیر منکوحہ لونڈی کی خواب گاہ بنی ہوئی ہے اس غصہ کو محمد تاڑ گیا اور کہا بھاگوان!

اگر ماریہ کے اس ماجرے کا ذکر کسی سے نہ کرو تو میں نے یہ عہد کیا کہ آئندہ ماریہ سے صحبت نہ ہوگی اور میرے بعد خلافت کا حق تمہارے باپ کا ہوگا۔'' ص ۴۳

بیشک قرآن مجید میں یہ آیت ہے۔

یا اَیُّھا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ

(اے نبی جو خدا نے تمہارے لئے حلال کیا ہے تم اس کو حرام کیوں کرتے ہو کیا بیویوں کو راضی کرنے کے لئے ایسا کرتے ہو)

اس آیت کے متعلق متعدد روایات آئی ہیں کہ کونسی چیز حضور نے اپنے حق میں حرام کی تھی جس کا ذکر اس آیت میں بصورت ناپسندیدگی آیا ہے۔ ایک روایت ہے کہ ماریہ لونڈی کو حرام کر دیا تھا۔ دوسری اور بھی ہے مگر زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ حضور شہد کا شربت پیا کرتے تھے۔ کسی نے غلط کہہ دیا کہ آپ کے منہ سے موم کی بو آتی ہے۔ آپ کو بدبو سے بہت نفرت تھی۔ آپ نے فرمایا میں شہد کبھی نہ پیوں گا اس میں شک نہیں کہ ایسا کہنے والی بیویاں تھیں۔ یہ روایت صحیح تر ہے۔ چنانچہ بڑے پایہ کے محدث مفسر حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

والصحیح ان ذلک کان فی تحریمه العسل کما قال البخاری عند هذا الایة الخ

یعنی صحیح بات یہ ہے کہ آیت شہد نوشی پر اتری ہے جیسا کہ امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ بس اصل جواب تو آ گیا۔ رہا یہ سوال کہ جن بیویوں نے ایسی غلط گوئی کی ان کی بابت کیا سزا جواب یہ ہے کہ وہی سزا جو قرآن مجید میں مذکور ہے "ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما" (تمہارے دل بگڑ چکے ہیں توبہ کرو گی تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا (بیشک ، جو کرے وہ بھرے۔

مہاشہ کا اس سے آگے کا نوٹ اس سے زیادہ فربدہ ہے جو اسی قصہ ماریہ کے واقعہ کو بنا قرار دے کر لکھا ہے۔

"بات تھی ٹل گئی۔ لیکن حفصہ سے اپنے پر قابو نہ رکھا جا سکا۔ اس نے اس واقعہ کا عائشہ سے ذکر کیا۔ وہ غیور عورت عائشہ کے زیر سرکردگی محمد کی بیویوں کی ایک کونسل ہوئی۔ سب نے محمد سے منہ پھیر لیا۔ محمد پیغمبر مدینہ کا مطلق العنان بادشاہ! یہ بیویاں کون ہیں جو اس سے رکھائی کا برتاؤ کریں؟ فوراً وحی نازل ہوئی اور ان نافرمان بیویوں کا بائیکاٹ کر دیا۔ مہینہ بھر ماریہ کے ڈیرہ لگا دیا۔ کہ لو بگاڑ لو جو بگاڑ سکو ادھر ابوبکرؓ ناراض عمرؓ ناراض عثمانؓ ناراض کہ لونڈی کی خاطر ہماری بیٹیوں سے تعلق چھوڑ رکھا ہے۔ مہینہ بھر کی جدائی کے بعد محمد کا دل بھی ملائم ہوا۔ کہا اللہ نے سفارش کی ہے حفصہ کا قصور معاف اور اس کے ساتھ اس کی سب بہنوں کا قصور معاف" (صفحہ ۴۴)

جواب:

آہ! سوامی دیانند ہوتے تو مہاشہ کی داد دیتے کہ سارے ہندوستان میں ہماری تعلیم سے یہی ایک لائق چیلہ نکلا ہے جو ہمارے مشن (اسلام سے نفرت دلانے) کو پورا کرنے والا ہے۔

سنئے! اصل قصہ یوں نہیں ہے جو تم نے لکھا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ادھر واقعہ شہد ہوا اتفاق سے انہی دنوں حضور علیہ السلام کے پیر میں چوٹ آئی۔ جس سے آپ چلنے پھرنے سے رک گئے۔ اس لئے آپ نے ایک مہینہ کے لئے علیحدہ مکان میں گوشہ نشینی

کے برخلاف بھی رزولیوشن پاس کردو یادرکھو کہ اگر ایسا نہ کروگے تو تمہاری ساری سماج بدنام ہو جائے گی جیسی کہ ہو رہی ہے کیوں؟

چوں ازقومے یکے بے دانشی کرد | نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را
نمی بینی کہ گاوے در علف زار | بیالائد ہمہ گاوان دہ را

تعدد ازواج

محمد بیویوں والا

مرحبا سید مکی مدنی العربی | دل وجاں بادفدایت چہ عجب خوش لقبی

رنگیلے مہاشہ نے آخراپنا دلی غبار اخیر کتاب میں نکالا کہ سارا غم وغصہ اس کو حضور کے تعدد ازواج پر ہے۔ یعنی اس نے جو نتیجہ نکالا اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو نہ بوڑھی بیوی کا رنج ہے نہ جوان کا صدمہ۔ بلکہ رنج ہے تو تعدد ازواج کا ہے۔ اسی لئے وہ اپنا دلی غبار ان لفظوں میں نکالتا ہے۔

''محمد کو ایسا کون سا نام دوں جس سے محمد کی زندگی کا فوٹو آنکھوں میں اتر آئے پچاس سال کا تھا جب خدیجہ نے انتقال کیا۔ باسٹھ[1] سال کا تھا جب خود انتقال کیا۔ اس بارہ سال کے عرصہ میں دس عورتیں کیں یعنی سوا سال میں ایک۔ ان حالات میں اگر میں اپنے رنگیلے رسول کو بیویوں والا کہہ دوں تو کیا موزوں نہ ہوگا۔ بیویوں والا کہا اور محمد کو پالیا محمد کے دل کو پالیا۔ محمد کی روح کو پالیا'' (صفحہ ۴۸۔۴۹۔۵۱)

تعدد ازواج کے مسئلہ کی فلاسفی ہم تفسیر ثنائی جلد دوم میں زیر آیت۔ مثنیٰ وثلاث۔ مفصل لکھ چکے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قدرتی طور پر مرد اور عورت میں ایک نسبت ہے کہ مرد عورت کو استعمال کرنے والا اور عورت مستعملہ چیز ہے اس کے ساتھ مختلف (فلسفیانہ) دلائل اسی جگہ مذکور ہیں۔ پس جس مستعمل کو جتنی اور جیسی مستعملہ چیزوں کی ضرورت ہو

---

[1] مہاشہ کی تاریخی واقفی ہے کہ تریسٹھ سال کو باسٹھ سال میں ختم کرتا ہے۔

حسب طاقت اتنی رکھ سکتا ہے لیکن آریہ مہاشوں کو سائنٹفک دلائل سے کیا کام ان کو ان کے دھرم شاستر سے مسئلہ تعدد ازدواج کا حل ہونا چاہیے۔

پس وہ سنیں:

آریوں اور ہندوؤں میں منوجی ایک ایسے بزرگ مذہبی پیشوا گزرے ہیں جن کی خدمت میں اس زمانہ کے بڑے بڑے رشیوں نے حاضر ہو کر درخواست کی تھی۔

(۲) اے بھگوان سب ورنوں (ذاتوں) اور ورن سنکروں کا دھرم ٹھیک ہم سے کہیے کیوں کہ

(۳) اے پربھو! خیال سے باہر اور لامحدود اور قدیم وید میں بیان کیے ہوئے جو بہت طرح کے کرم ہیں ان کے اصل مطلب کے جاننے والے ایک آپ ہی ہیں'' (منو سمرتی باب اول فقرہ ۱۔۲۔۳)

آریوں میں منوسمرتی کی اتنی قدر ہے کہ سوامی دیانند کی ستیارتھ پرکاش اسی کے حوالجات سے بھری پڑی ہے۔ اگر منوسمرتی کے حوالجات کو الگ کر دیا جائے تو ستیارتھ کے اوراق بمشکل اتنے رہ جائیں گے کہ چند پتنگیں بن سکیں۔

منوجی کی سنو!

یہی منو بھگوان تعدد ازدواج کو ایسی خوبی سے حل فرماتے ہیں کہ باید و شاید۔ راجہ کی بابت ہدایت ہے کہ۔

''(راجہ) کھانا کھا کر عورتوں کے ساتھ محل میں بہار کرے''

(باب ۷ فقرہ ۲۲۱)

اور سنو''! ایک کی دو زوجہ ہیں اور چھوٹی زوجہ سے لڑکا پہلے پیدا ہوا اور بڑی زوجہ سے پیچھے ہوا پس اس مقام پر تقسیم حصہ کس طرح کرنا چاہیے اشلوک آئندہ میں لکھیں گے''

(باب ۹ فقرہ ۱۲۲)

اور سنو!

'' پہلی عورت موجود ہو اور بھکشا سے دولت فراہم کر کے اس روپیہ سے دوسری

شادی کرے تو اس کو صرف جماع کا لطف (سماجیو! سنتے ہو؟) ملتا ہے اور اولاد اسی کی ہے جس نے دولت دی"

(باب ۱۱ فقرہ ۵۰)

ان سب سے واضح سنو!

"اگر ایک آدمی کی چار پانچ عورتیں ہوں اور ان میں سے ایک صاحب اولاد ہو تو باقی بھی صاحب اولاد ہوتی ہیں۔ یہ منوجی کا حکم ہے"

(باب ۹ فقرہ ۱۸۳)

مہاشے سجنو! دھرم شاستر کو ماننے والا اس حکم کے ماتحت تعدد ازواج پر اگر عمل کرے تو تم اس کو بھی وہی نصیحت کرو گے جو رنگیلے مہاشہ نے کی ہے۔ جس کے تلخ ترین الفاظ یہ ہیں۔

"بہت بیویاں کرنے والو دیکھو پیغمبروں کی زندگیاں مرقع عبرت ہیں اگر اس عظمت کے لوگ اپنی غلط کاریوں کے برے انجاموں سے نہیں بچے تو تم اپنی کرتوت کے کڑوے پھلوں سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہو۔ دشرتھ کا گھر برباد ہوا۔ محمد کا دین[1] برباد ہوا۔

کیوں! اسی لئے کہ بڈھے ہو کر نوخیزوں سے شادیاں کیں"

(رنگیلا صفحہ ۲۴)

کس قدر رخبط الحواسی ہے۔ اللہ کی شان! ایسے لوگ بھی مصنف بن جاتے ہیں جو موضوع بیان بھی نہیں جانتے۔ شروع بیان میں خرابی کی وجہ تعدد ازواج کو بتایا ہے۔ اخیر میں نوخیز سے شادی کو سبب بنایا ہے۔ پہلے بیان کے مطابق اگر بوڑھی عورتیں بھی متعدد ہوتیں تو مضر تھا۔ آخری بیان کے مطابق ایک نوخیز بیوی بھی مضر ہے۔ کیا اتنی سی عبارت میں اتنا بڑا اصولی اختلاف کسی صحیح دماغ کا کام ہے؟

خیر یہ تو ہے مصنف کی دماغی قابلیت کا ذکر اب ہم اس کے دعوے کی پڑتال

---

[1] عرب سے چل کر پوتر بھومی آریہ ورت (ہند) میں چلا آیا یہی تو بربادی کا ثبوت ہے۔ ۱۲

کرتے ہیں ''محمد کا دین برباد ہوا'' دستور ہے۔ انسان دن کو جو خواہش رکھتا ہے رات کو وہی نظر آتی ہے۔ چاہے واقعہ میں نہ ہو۔ چونکہ یہ لوگ اسلام کی دل سے بربادی چاہتے ہیں اس لئے اس کی بربادی کے خواب ان کو آتے ہیں۔ وہی ان کے منہ اور قلم سے نکل جاتے ہیں۔ ورنہ دین محمدی اگر نکاح نوخیز (عائشہ) سے برباد ہوا ہوتا تو ہندوستان ہاں آریہ ورت ہاں ہاں پوتر بھارت بھومی مسلمانوں کے قدم کیوں چومتی اور سچ تو یہ ہے کہ تمہارے سوامی کو ستیارتھ پرکاش جیسی زبردست کتاب اسلام کے برخلاف لکھنے کی ضرورت ہوتی؟ اور تم بھی آج یہ دل شکن رسالہ کیوں لکھتے؟ کوئی تم سے یہ نہ کہتا کہ بھلے آدمی! اسلام تو حضرت پیغبر اسلام کے بعد متصل برباد ہو چکا ہے پھر تم یہ لغو حرکت کیوں کرتے ہو؟ کیا سچ ہے۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

مہاشہ جی کی تاریخ دانی:

اسی صفحہ پر آپ لکھتے ہیں:۔

''(محمد کی) اسی خانہ جنگی نے محمد کی وفات کے بعد اسلام کی تاریخ کو متواتر خونریزیوں کی تاریخ بنا دیا۔'' (صفحہ ۲۴)

کیا کہنے ہیں؟ خلافت کی بابت لڑائی نہ پہلی خلافت میں ہوئی۔ نہ دوسری میں نہ تیسری میں۔ ہاں چوتھی خلافت میں ہوئی' سو اس کی وجہ حضرت عثمان خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ کا قتل تھا نہ خانگی نزاع۔

آخر آپ سوامی دیانند:

کے چیلے ہیں۔ جنھوں نے ستیارتھ پرکاش طبع اول ۱۸۷۵ء میں لکھ مارا تھا کہ:۔

''محمود غزنوی ہندوستان کو لوٹ کر مکہ گیا تھا۔'' (صفحہ ۳۲۱)

حالانکہ سلطان محمود نہ مکہ گیا نہ مدینہ گیا۔ اسی لئے آریوں نے سوامی جی کی اس غلطی کی اصلاح کرنے کو طبع اول کے بعد کی جملہ طبعات میں یہ فقرہ ہی اڑا دیا۔ بہت اچھا کیا۔

دوسری مثال:

سوامی جی کی تاریخ دانی کی یہ ہے کہ آپ نے امریکہ کے متلاشی کولمبس کو جواٹلی کا باشندہ تھا۔ انگلستان کا باشندہ لکھا چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں

''انگلستان کے کولمبس وغیرہ لوگ جب تک امریکہ میں نہیں گئے تھے''

(ستیارتھ پرکاش اردو طبع اول صفحہ ۲۶۸)

آریوں کی ہوشیاری:

آریہ سماجی چونکہ تعلیم یافتہ ہیں ان کو معلوم ہوگیا کہ سوامی جی نے سنے سنائے ایسا لکھدیا۔ اس لئے بعد کے طبع میں اس کی اصلاح یوں کی بجائے انگلستان خاص کے ایک وسیع لفظ رکھ دیا۔ یعنی یوں لکھا کہ

''یورپ کے کولمبس وغیرہ لوگ جب تک امریکہ میں نہیں گئے تھے۔''

(ستیارتھ طبع چہارم صفحہ ۲۳۵)

ہمارا رنگیلا مصنف بھی آخر سوامی جی کا چیلہ ہے۔ انھوں نے سلطان محمود کو مکہ شریف پہنچایا تو مہاشہ مذکور نے خلافت پر خانگی نزاع کا اثر پہنچایا (چشم بددور) سچ ہے

لطف پر لطف ہے املا میں میرے یار کے یار
حائے حطی سے گدح لکھتا ہی ہوز سے ہمار

تعدد ازواج کے متعلق ہماری حیرانی کی کوئی حد نہیں رہتی جب ہم ان ویدک دھرم کے شیدائیوں سے مخالفت سنتے ہیں حالانکہ ان کی مسلمہ کتب دھرم شاستر میں تعدد ازواج کی اجازت ملتی ہے۔ جس کے ثبوت میں ہم کئی ایک حوالجات اوپر لکھ چکے ہیں۔

آہ! کیسا کل جگ ہے کہ ہندو رکشک کہلا کر دھرم شاستر کی ایسی ہتک کرتے ہیں کہ گو بھشک بھی نہ کرے۔ منوجی مہاراج تو چار پانچ عورتوں کا ذکر بھی بطور مثال بتاتے ہیں ورنہ ان کے ہاں تو کوئی تعداد مخصوص نہیں۔ مگر آریہ مہاشہ ہیں کہ تعدد ازواج سے ڈراتے ہیں۔ آہ! ان حمایتیوں کی حمایت سے ہندو دھرم ایسا دکھیا ہو رہا ہے کہ اس کی زبان حال سے یہ شعر نکل رہا ہے۔

دوست ہی دشمنِ جاں ہو گیا اپنا حافظ

نوشدارو نے کیا اثر سم پیدا

ہماری دریا دلی:

مہاشے سجنو! ہماری دریا دلی دیکھو کہ ہم تمہارے اصل دعوے کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہمارے حضور پُر نور علیہ السّلام بڑے مرد تھے۔ مردانگی کے کام کرتے تھے۔ چونکہ آپ کامل مرد تھے اس لئے واقعی بیویوں والے تھے۔ خود قرآن مجید نہ صرف حضور کو بیویوں والا بلکہ کل انبیاء کو بیویوں والا کہتا ہے۔ غور سے سنو!

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ وَ جَعَلْنَا لَھُمْ اَزْوَاجاً وَّ ذُرِّیَّۃً

ہم (خدا) نے (اے نبی) تم سے پہلے کئی رسول بھیجے اور ان کو بیویاں اور اولاد دیں۔"

اس لئے کہ حضرات انبیاء علیہم السّلام بنی نوع انسان کے لئے نمونہ بن کر آتے ہیں وہ اگر بیویاں نہ کریں تو ساری امت نہ کرے گی جس سے نسل انسانی کا انقطاع ہو جائے گا پس بیویوں والا ہونا نبی کے لئے ضروری ہے۔ ورنہ دنیا کی تباہی و بربادی ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

دیانند ویدوں والا

رنگیلے مہاشہ نے اپنے گرو (سوامی دیانند) کو ایک معزز لقب دیا ہے یعنی ویدوں والا چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"رشی دیانند کا نام پنجاب میں ویدوں والا پڑنے لگا ہے۔ رشی کا کام وید۔ رشی کا پیغام وید۔ رشی کی حیات رشی کی وفات۔ وید کی اشاعت کا وسیلہ ہوئی۔ رشی کا سانس سانس وید کی قرأت تھی۔ ویدوں والا من بھاونا نام ہے۔ یہ نام لیا اور رشی کے دل کو پالیا۔ رشی کی روح کو بھانپ لیا۔" (صفحہ ۴۸)

آریہ مصنف اپنے عقیدے کے بیان کرنے کا حق رکھتا ہے مگر پبلک رائے کی

نیابت کرنے کا اس کو کوئی حق نہیں۔ آج تک کسی کتاب یا کسی اخبار یا کسی اشتہار میں سوامی دیانند کو ویدوں والا نہیں لکھا گیا۔ ویدوں کے منکرین (دیو سماجی اور سکھوں) کی طرف سے جو دیانند جی کے حق میں رائیں شائع ہیں۔ ان کا تو ہم نے دانستہ ذکر نہیں کیا مگر ویدوں کے ماننے والے ہندوؤں کی رائے کا اظہار کرنے سے تو ہم رک نہیں سکتے۔ کیونکہ مہاشہ جی نے ان سب (ویدوں کے ماننے والوں) کی طرف سے نیابت کی ہے اس لئے آپ کو دکھانا ہے کہ آپ کی یہ ذاتی رائے ہے۔ قومی اور ملکی نہیں۔ ہندوؤں کی طرف سے جو دیانند جی کے متعلق تحریرات نکلتی رہی ہیں ان میں بتایا گیا ہے کہ سوامی دیانند جی ویدوں بلکہ ویدوں کے علاوہ دیگر مذہبی کتابوں کے حوالجات بھی غلط دیا کرتے تھے چنانچہ سناتن دھرم پرچارک امرت سر کی طرف سے ٹریکٹوں کے سلسلہ میں ٹریکٹ نمبر ۲۳ سے ہم دس شہادتیں نقل کرتے ہیں جن سے معلوم ہو سکے گا کہ رنگیلے مہاشہ کا دیانند جی کو ویدوں والا لکھنا اس مصرع کے مصداق ہے

پیراں نمی پرند مریداں ہمی پرانند

سماجی دوستو!

سناتن دھرمی پنڈتوں کا مضمون سنو اور غور سے پڑھو! (ا) صفحہ ۲۹۴ سطر ۱۵ [1]

(سوال) آغاز دنیا میں ایک یا کئی انسان پیدا کئے تھے یا کیا؟ (جواب) کئی۔ کیونکہ جن جیووں کے کرم ایشوری سرشٹی میں پیدا ہونے کے تھے ان کی پیدائش شروع دنیا میں پرمیشور نے کی۔

منشیا رشی اسچہ یے تو منشیا اجانیت:

یہ یجر وید میں لکھا ہے" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۴) یہ پرمان جس پر ہم نے لکیر کھینچ دی ہے۔ سوامی صاحب لکھتے ہیں کہ" یہ یجر وید میں لکھا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ یجر وید تو کیا چاروں وید میں نہیں پس یا تو سماجی یہ پرمان یجر وید میں دکھاویں ورنہ سوامی صاحب کو دروغگو ٹھیرا دیں پس آریہ سماجیوں کو یہ پرمان یا شہادت یجر وید میں دکھلانی ہوگی ورنہ سوامی

---

[1] یہ صفحات اردو ستیارتھ پرکاش طبع اول کے ہیں۔

دیانند کا وید منتر کے لفظوں کو الٹ پلٹ کر ایک منتر بنا لینا یہ کونسا رشی پن ہے؟ مہرشی منو جی لکھتے ہیں کہ وید کی نندا کرنے والا ناستک ہے لیکن جو وید کے نام سے بناوٹی منتر بناتا ہے وہ کون ہے۔ دانا سمجھ لیویں۔

(۲) صفحہ ۲۹۵ سطر ۲۰ (سوال) انسانوں کی پیدائش کس مقام پر ہوئی؟

(جواب): تری وشٹپ میں۔ جس کو تبت کہتے ہیں۔

سوامی صاحب کا یہ لکھنا کہ انسان تربشٹ یعنی تبت میں پیدا ہوئے غلط ہے۔ آریہ سماجیوں کا یہ خیال ہے کہ جو بات وید میں لکھی ہو گی وہ مانیہ یوگیہ (قابل قبول) ہے پس ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ سرشٹی کا تبت میں پیدا ہونا وید تو درکنار کسی ہمارے رشی نے بھی نہیں لکھا۔ نہ صرف رشی بلکہ اس کے متعلق کوئی پرانا اتہاس یا ثبوت جو آپت پرشوں نے کہا ہو۔ سماجیوں کے پاس نہیں ہے۔ دوسری بات جو سوامی صاحب نے لکھی ہے وہ اور بھی ذرا سوچنے کے لائق ہے۔ اس سے علاوہ دروغ بیانی کے پنڈت دیانند کی کوش کے متعلق بھی ناواقفیت معلوم ہوتی ہے ہمارا دعویٰ ہے کہ کل سنسکرت کی کوشوں کو پڑتال کرلو تو ترپشٹپ کے معنی تبت کسی کوش سے نہ نکلیں گے۔

(۳) پرہلاد کی کتھا بھاگوت سے لکھتے ہوئے صفحہ ۳۳۲ سطر ۸ میں سوامی صاحب یوں لکھتے ہیں۔ ''تب اس نے ایک لوہے کا ستون آگ میں گرم کر کے اس سے کہا کہ اگر تیرا معبود سچا ہے تو اس کے پکڑنے سے نہ جلے گا۔ پرہلاد پکڑنے لگا۔ دل میں شک ہوا کہ جلنے سے بچونگا یا نہیں۔ نارائن نے اس ستون پر چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کے قطار چلادی۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ شریمد بھاگوت میں یہ ہرگز نہیں کہ پرہلاد کو شک ہوا۔

اور نارائن نے چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی قطار چلادی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوامی دیانند نے ہرگز شریمد بھاگوت کو نہیں پڑھا۔''

(۴) صفحہ ۳۳۷ سطر ۲۶ پوتنا اور اکرور کے بارہ میں دیکھو۔

(۱) رتھیں بابو بیگین (۲) جگام گوکلنگ پرتی

(ناگری بار دوم سوم) ستیارتھ پرکاش میں یہ ایک شلوک ہے۔ اردو کی دوسری دفعہ میں حوالہ کوئی نہیں ہے۔ تیسری دفعہ اردو میں الگ الگ ٹکڑہ کر کے حوالہ دیا ہے۔ لیکن ہمارا دعویٰ صرف یہ ہے کہ ناگری کی بار دوم سوم میں جو شلوک ہے بھاگوت کے نام سے (رتھیں بایو بیکین جگام گو کلنک پرتی) لکھا ہے۔ یہ کوئی بھاگوت میں نہیں ہے۔

(۵) صفحہ ۴۰۴ سطر ۲ وید پڑھت برہما مرے چاروں وید کہانی ۔سنت کی مہماوید نہ جانے برہم گیانی آپ پرمیشور۔''

گورونانک جی کو ویدوں کا دشمن قرار دیتے ہوئے مندرجہ ''تک'' ان کی طرف سے لکھی ہے۔ لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ گورونانک جی نے یہ ہرگز نہیں کہا اور نہ گروگرنتھ صاحب یا کسی معتبر گرنتھ میں یہ تک ہے۔

(۶) صفحہ ۱۰۴۔ سطر ۱۷ ''وودھانی چہ رتنانی دوکتے سو پاویت'' طرح طرح کے جواہرات سونا وغیرہ دولت وو کت یعنی سنیاسیوں کو دیویں منو۔ ادھیائے ۱۱'' یہ ٹکڑا جو منوجی کے نام سے لکھا ہے۔ ہرگز منوسمرتی میں نہیں ہے۔ چونکہ سوامی صاحب سنیاسی تھے اور ویدک دھرم کے انسار سنیاسی کو دولت وغیرہ رتن رکھنا منع ہے اس لئے سوامی جی نے اپنا مطلب سیدھا کرنے کے لئے مہرشی منوجی کے نام سے یہ شلوک لکھا۔ لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ اس طرح کا یہ شلوک منوسمرتی میں ہرگز نہیں ہے۔

(۷) پنج مہا یگ بدھی میں سوامی صاحب گاتیری منتر کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ منتر اسی پرکار چار وید میں ہے۔ لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ منتر اس پرکار اتھر وید میں نہیں ہے۔

(۸) صفحہ ۲۵۴ سطر ۲۳ (س) آریہ ورت کی حد کہاں تک ہے؟

(ج) منوسمرتی کے دو شلوک دیئے ہیں۔ جس سے آریہ ورت کا حدود اربعہ بتلایا ہے۔ افسوس اس کے دوسرے شلوک میں سوامی جی نے غلط تحریر سے کام لیا ہے۔ ناظرین ذرا غور سے ملاحظہ فرماویں۔ منوسمرتی نکالئے اور سوامی جی کی پستک بھی نکالئے۔

پہلا شلوک (۲۲) جو آریہ ورت کی وسعت دکھلانے والا ہے' وہ حرف بحرف صحیح اور جیوں کا توں درست ہے لیکن اگلا شلوک جو لکھا ہے اس میں آخری حصہ شلوک کا فرضی بنا

دیا ہے۔ منو سمرتی میں لفظ برہماورتم تھا۔ جس کی جگہ سوامی دیانند نے آریہ ورتم بنا کر اس شلوک کو ہی آریہ ورت کی وسعت دکھلانے والا بنا دیا ہے۔ جس سے سوامی جی کی دھرم' سچائی اور ایمانداری کا پورا ثبوت ہے۔''

(۹) صفحہ ۵۵ سطر ۸۔ ''پنچ ونشے تھو درشے پومان ناری تو شوڑ سے۔'' یہ سُشرت کے شریراستھان کا لکھا ہے۔'' ہمارا دعویٰ ہے کہ شلوک سشرت ستھان میں نہیں ہے۔

(۱۰) صفحہ ۳۲۷ سطر ۱۵ ''جب ویدمت کو قائم کر چکے اور علم پھیلانے کا خیال کرتے ہی تھے کہ اتنے میں دو جینی باہر سے برائے نام ویدمت کے حامی اور اندر سے پکے جینی یعنی کپٹ منی تھے شنکراچاریہ ان پر نہایت خوش تھے۔ ان دونوں نے موقع پا کر شنکراچاریہ کو ایسی زہریلی چیز کھلا دی کہ انکی بھوک کم ہوگئی۔ بعد ازاں جسم میں پھوڑے ہو کر چھ ماہ کے اندر مر گئے۔''

یہ بات کسی معتبر تواریخ میں نہیں ہے۔ کسی شنکر دگجے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دو جینیوں نے سوامی شنکراچاریہ کو زہریلی چیز کھلا دی۔ آریہ سماجیوں کو چاہیے کہ ایسی شنکر دگجے کا پتہ لگا دیں۔ ورنہ سوامی دیانند جی کو دروغ گو جان کر اس سے کنارہ کریں۔''

(سناتن دھرمی ٹریکٹ نمبر ۲۳۔ موسومہ ''سوامی دیانند جی کی دس فاش غلطیاں ''مصنفہ مہنت گوکل داس مینجر سناتن دھرم پرچارک منڈل امرتسر۔

(مطبوعہ سناتن دھرم پریس امرتسر)

یہ تو ہندوؤں کی رائے ہے۔ جس کے ہم ذمہ دار نہیں۔ اب ہم ویدوں کے متعلق سوامی دیانند کا برتاؤ اپنی ذمہ داری پر سناتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ مہاشہ کی رائے کہاں تک صحیح ہے۔

ہندوؤں کا قدیم الایام سے یہ عقیدہ چلا آیا ہے کہ ویدوں کے دو حصے ہیں۔ (۱) سنگتا (۲) برہمن۔ مگر سوامی دیانند نے برہمن حصے کو ویدوں سے الگ کر کے غیر الہامی قرار دیا۔ دیکھو رگ وید بھومکا مصنفہ دیانند جی بحث ''اصطلاح وید'' تو کیا ہندوؤں کے عقیدے

کے موافق ویدوں کو نصف کرنے والا بھی ویدوں والا کہلا سکتا؟ ہاں ''ویدوں والا'' لفظ سے اگر یہ مراد ہو کہ ویدوں کو خراب کرنے والا تو ہندوؤں کو بھی غالباً اس لقب پر اعتراض نہ ہوگا۔

سوامی دیانند مجرد قاطع نسل اور مغلوب الغضب تھے:

یہ تو ہندوؤں اور آریوں کی اندرونی کیفیت ہے اب ہم اپنی تحقیق سے ایک نمونہ سوامی دیانند جی کے متعلق بتاتے ہیں۔ سوامی جی کی زندگی کا امتیازی طرۂ یہ ہے کہ آپ ساری عمر مجرد رہے۔ مذہبی رہنما اپنے اتباع کے لئے نمونہ ہوتے ہیں۔ اگر سارے آریہ ان کی طرح مجرد رہیں تو ان کی نسل کا خاتمہ معلوم ہے اس لئے ہمارے عنوان کا ایک جزو بالا تفاق ثابت ہے کہ سوامی دیانند قاطع نسل تھے۔ کون نہیں جانتا کہ مذہبی پیشوا وہی ہو سکتا ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو۔ خاص کر مذہبی اور اخلاقی امور میں اس وقت اس کی رائے ڈگمگائے نہیں۔ یہی وقت اس کے امتحان کا ہے۔ انہی معنی میں کسی اہل دل نے خوب کہا ہے

دریائے فراواں نشود تیرہ بسنگ

عارف کہ برنجد تنک آب ست ہنوز

یعنی جس طرح جوش مارنے والا دریا معمولی کنکریاں ڈالنے سے میلا نہیں ہوتا اسی طرح عارف خدا غیظ وغضب میں آلودہ نہیں ہوتا۔ اگر ہو تو سمجھو کہ چھوٹے پانی میں ہے۔

مہاشے سجنو!

آؤ اس پاک اصول کے ماتحت ہم سوامی دیانند کی زندگی کا جائزہ لیں۔ سوامی جی کی سوانح عمری کلاں بڑی سوچ بچار کر لکھی گئی ہے تاہم اس میں سوامی جی کی زندگی کے دو حصے ہم کو نظر آتے ہیں۔ پہلا حصہ قبل تعلیم جوانی کا ہے اس کی بابت تو کچھ کہنے کی حاجت ہی نہیں۔ کونسی اخلاقی غلطی ہے جو اس عمر میں سوامی جی سے سرزد نہیں ہوئی غلط بیانی۔ بد صحبتی، یہاں تک کہ منشیات بھنگ وغیرہ کا بکثرت استعمال۔ چنانچہ وہ آپ کہتے ہیں کہ

''اس جگہ مجھے بڑا عیب لگ گیا۔ یعنی مجھ میں بھنگ کے استعمال کرنے کی عادت ہوگئی۔'' (سوانح کلاں صفحہ ۱۹)

رنگیلے مہاشہ نے ہمارے حضور علیہ السلام کی قبل از نبوت پچیس سالہ زندگی پر بھی اعتراض کئے ہیں جن کی بنا خود اس کے دل و دماغ کا اختراع ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۱۔۳۲ کتاب ھذا مگر ہم اس کے گرو کی پہلی زندگی کی تنقید نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ تو بقول خود سوامی اور آریہ اس قابل نہیں کہ تنقید ہو بلکہ اس مصرعہ کی مصداق ہے۔

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

اس لئے ہم اس موضوع کے نیچے ان کی زندگی کا وہ حصہ لیتے ہیں جو ان کی ریفامری اور اشاعت دھرم کا زمانہ ہے۔

ہمارا عنوان بیان ہے کہ سوامی جی مغلوب الغضب یعنی غصہ والے تھے اس دعویٰ کا ثبوت سنئے سوامی جی کی سوانح عمری کلاں میں لکھا ہے

''دوسرے دن سوامی جی نے مورتی پوجا کھنڈن پر لیکچر دیا۔ اسی میں محمود غزنوی کا آنا اور اس کے حملوں سے دیش کے دھن کی ہانی کا مفصل برنن کیا

اور مندروں میں عورتوں کے جانے اور وہاں کی دردشا کا بیان فرمایا۔ جس میں کسی شخص نے مکان کی چھت پر جانب مغرب سے یہ سوال کیا کہ آپ نے فرمایا کہ استری کو اُچت ہے کہ ایک ہی بار اپنے پتی کے پاس جائے یعنی وبھچار نہ کرے مگر جس کا پتی طوائف (کنجری) کے پاس جائے اس کی عورت کیا کرے انھوں نے کہا کہ اس کی عورت بھی ایک اور مضبوط سا آدمی رکھ لے۔'' (ص ۳۵۵)

آریہ سجنو!

سوامی جی کا وچن (قول) مذہبی حکم ہے؟ یا غصہ کا اظہار۔ کیا کوئی مذہبی پیشوا' سچا ریفارمر ہادی قوم برگزیدہ خدا غصے میں دھرم کے خلاف ایسا اخلاق سوز حکم دے سکتا ہے۔ علاوہ اس کے ہم نہیں جان سکتے کہ سوامی جی کو غصہ کس بات پر آیا۔ سوال بالکل معمولی ہے اس سے سخت ترین اور پیچیدہ سوال ہم واعظوں اور مولویوں پر ہوتے رہتے ہیں مگر سوامی جی کے غضبناک مزاج کی ایک مثال ہم پہلے کتاب ہذا کے صفحہ ۲۱۔۲۲ پر بتا آئے ہیں دوسری یہ ہے تعجب ہے سوامی جی کس قدر غضب کے پرکالے ہیں۔

بخدا ہم حیران ہیں:

کہ ایک پاک دامن عورت کو محض اس کے خاوند کی بیوقوفی سے مضبوط سا آدمی رکھنے کی اجازت بلکہ حکم دیتے ہیں۔ واللہ دنیا کی ریفارم تاریخ میں ہمیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ کیا سچ ہے

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد سے پہلے تو یہ دستور نہ تھا

پس ان حوالجات کی بنا پر اگر سوامی دیانند جی کو قاطع نسل اور غصہ والا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ غصہ والا کہا اور سوامی جی کو پایا۔

اس نازنیں کو دیکھنا جو دت نہ چھیڑنا
گر روٹھ بھی گیا تو منایا نہ جائے گا

مناجات بدرگاہ مجیب الدعوات

اے غفور رحیم خدا! تو جانتا ہے کہ میرا ایمان ہے۔ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کی ازواج مطہرات سب تیرے نزدیک صادق بندے ہیں اس لئے میں نے تیرے حکم:

كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

کے ماتحت تیری ہی مدد سے ان کی طرف سے مدافعت کی ہے پس تو اے میرے دل کے حال کو جاننے والے خدا اس خدمت کے بدلے میں مجھے اور جن لوگوں نے اس میں میری کسی قسم کی مدد کی ہے ہم سب کو ان صادقوں کے ساتھ ملا دے۔

تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَ اَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِيْنَ.

من نگویم کہ طاعتم بپذیر — قلم عفو بر گناہم کش

امیدوار مغفرت خادم دین اللہ — ابوالوفا ثناء اللہ کفاہ اللہ امرتسری۔

تمت

مسلمان بھائیوں سے روئے سخن

شجرِ اسلام



کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء

(شجرہ طیبہ ہذا کے متعلق آئندہ صفحہ پر نظم ملاحظہ ہو)

نظم متعلقہ شجرہ طیبہ

وہ اسلامی شجر جس کو پیمبر نے لگایا تھا
وہ اسلامی شجر کے سارے جہاں پر جس کا سایا تھا

وہ اسلامی شجر جس کو صحابہ نے بڑھایا تھا
رہا باقی نہ جس کے فیض سے اپنا پرایا تھا

اب اس کی ڈالیوں میں ایک بھی باقی نہیں پتا
کرو ہمت نہ سوکھے یہ جو یہ سوکھا غضب ہوگا

ہے اس کی بیخ مکہ میں ہیں شاخیں تا بلوچستاں
ممالک روس و ایران و شام اور مصر و انگلستاں

جزائز اور ہند و چین و جاوا اور ترکستان
بچا ہو کوئی ملک اس سے بتائے تو کوئی انساں

وہی تو ہے یہ اک عالم نے جس سے فیض پایا تھا
قریب المرگ بے جس نے کہ مردوں کو جلایا تھا

رہے طائف میں حضرت تھک گئے چلنے سے عاری
کبھی فاقہ میں پتھر پیٹ پر باندھے بنا چارہ

احد میں دانت ٹوٹے اور دہن سے خون تھا جاری
لگایا اس کو حضرت نے اٹھا کر سختیاں ساری

سکھاتے دیتی ہے اب امت خیر الامم دیکھو!
اسی کے وارثوں سے اس پہ یہ کیسا ستم دیکھو!

نہیں یہ وہ شجر جس نے کہ پانی سے غذا پائی
بنے نانی انہ اس لئے اس پر بہار آئی

صحابہ نے پلایا خون اس نے پرورش پائی
ہوئے ہم ناخلف ایسے کہ اس کی شکل مرجھائی

نہ وہ زینت رہی اس کی نہ وہ اس کا رہا سایا
ہماری غفلتوں سے اس کی پھیلی اس قدر کایا

بنے اس نخل مقدس و نمو سے پرا پایا!!
کرو ہمت نہ سوکھے یہ جو پھول پھل والا!!

ہوا ان کی غفلتوں سے بے خزاں نے ناس کر ڈالا!!
جو ہوتی متفق کوشش کھلے کا پھر گل لالا!!

ہزاروں ایسی دنیا میں بہاریں پھر کے آئی ہیں
کھلی ہیں اور کھل کر پھر گھٹا میں گھر کے آئی ہیں

لگائیں باغ بانیچے الم اس کا نہیں کچھ بھی
ہوں لاکھ اسلام پر حملے الم اس کا نہیں کچھ بھی

اڑائیں خوب گلچھرے الم اس کا نہیں کچھ بھی
کہاں تک یہ شتر غمزے الم اس کا نہیں کچھ بھی

نہ لیں گے ہم خبر اس کی رہیں گے کب تلک غافل
پشیمانی ہو آخر میں چرا کارے کند عاقل

بتاؤ تو سہی للہ اس کا کون والی ہے
توجہ اس طرف سے ہم نے اب بالکل اٹھالی ہے

نظر جس سمت کرتے ہیں ادھر میدان خالی ہے
گئے ہم بھول چال اپنی وہ اوروں نے اڑالی ہے

ہمیں تو اب فقط باہم جدال و جنگ آتی ہے
ہمارے نام سے مذہب کو عار و ننگ آتی ہے

کہیں فرمان باری بھی کسی صورت سے ٹلتے ہیں
بھلا ان لچھنوں سے کام کب اچھے نکلتے ہیں

نہ جب تک قوم خود بدلے نہیں وہ بھی بدلتے ہیں
نہیں چھوٹا بڑا کہنے میں اپنی راہ چلتے ہیں

نہیں ہے نیک و بد پر کچھ نظر ہم کو یہ غفلت ہے
سمجھتے ہی نہیں سمجھانے سے کیسی بری مت ہے

نہ اخلاق پیمبر ہم میں نے شرم و حیا باقی
بتائیں کیا کہ ہم میں کیا گیا اور کیا رہا باقی

نہ آداب شریعت ہے نہ زہد و اتقاء باقی
چھنیں سب نعمتیں اک اک بس اک جھگڑا رہا باقی

جدھر دیکھو عناد و بغض کی تلوار چلتی ہے
ذرا سی بات پر دن بھر میں سو سو بار چلتی ہے

ہے اپنوں سے عداوت اور غیروں سے محبت ہے
جو اپنا بات بھی کہہ دے قیامت پر قیامت ہے

جو صدمہ غیر سے پہنچے نہیں اسکی شکایت ہے
بھلا وہ قوم کیا سنبھلے کہ جس کی ایسی حالت ہے

ہم اپنی آبرو اپنے ہی ہاتھوں کھوتے جاتے ہیں
اسی باعث سے سب اپنے پرائے ہوتے جاتے ہیں

کیا محسوس کچھ تم نے بھی کیوں یہ اپنی حالت ہے
میں کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ جہالت کی بدولت ہے

خصوصاً بھائی کو بھائی سے اپنے کیوں عداوت ہے
یقین جانو مسلمانوں! کہ ایماں بڑھتی دولت ہے

یہ دولت ہاتھ آجائے تو سب کچھ ہاتھ آجائے
جسے تم کھو کے بیٹھے ہو وہ سب کچھ ہاتھ آجائے

یہ منت ملتجی ہے اے بزرگو! قوم کا خادم
رہے دنیا میں بھی عزت اور عقبیٰ بھی رہے قائم

کرو مل کر جتن ایسے کہ محشر میں نہ ہوں نادم
کرو وہ کوششیں جن کے نتیجے نیک ہوں دائم

شجر اسلام کا پھولے پھلے شاداب ہو جائے
یہ سب ادبار قومی اک خیال و خواب ہو جائے

خادم اہل اللہ

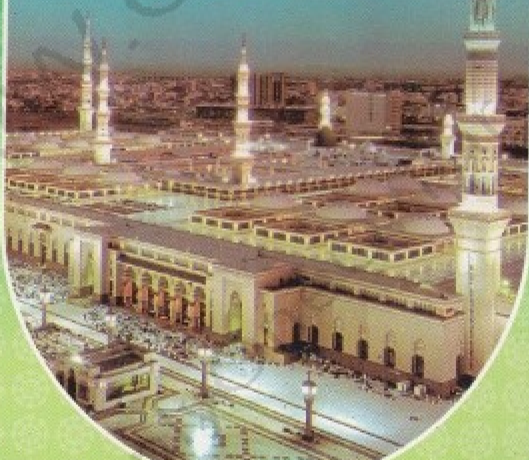
ابوالوفاء ثناء اللہ کفارہ اللہ

امرتسر

انظر کیف ضربوا لک الامثال فضلوا فلا یستطیعون سبیلا۔

مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جس میں آریوں کے رسالہ "رنگیلا رسول" اردو
اور "وچتر جیون" ناگری مصنفہ پنڈت کالی چرن کا
مدلل و مسکت جواب دیا گیا ہے۔



مصنفہ
رئیس المناظرین حضرت العلام
مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

مقدس رسولؐ